اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

نیچے والے ناولز پڑھنے کے لیے ناول نام پر کلک کرے

My Agent Lover By Mehwish Khan / Inteha E Ishq By Saliha Iqbal

Tashnagi E Jaan By Farwa Khalid / Ishq Nahi Junoon Ho Tum By Saleha Iqbal

Dast E Ishqam By Rimsha Hayat / Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Main Teri jogan By Farwa Khalid / Maseeha E Dil By Aan Fatima

حرارت وصل

میم عین

EPI 1 & 20

وہ اندھا دھند بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے بھاگتے ہوئے صدیاں بیت گئی ہوں۔ پیروں میں موجود اونچی ہیل والا جوتی وہ اتار کر کہیں پھینک چکی تھی جس کے باعث روڈ پر موجود کنکر پیروں میں چبھ رہے تھے۔پر اسے اس وقت کسی درد تکلیف کی پرواہ نہیں تھی۔پرواہ تھی تو بس اپنی عزت کی حفاظت کی۔

سرخ عروسی جوڑا بارش میں بھیگنے سے گیلا ہو کر جسم سے چپکا الگ کوفت زدہ کر رہا تھا۔نیٹ کا باریک دوپٹہ بھاگنے کے دوران ہوا کے ساتھ پھڑ پھڑا کر پیچھے کی طرف اڑ رہا تھا۔

محض چند گھنٹوں میں ہی اس کی زندگی نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ وہ منہ کے بل آ گری تھی۔

بھاگتے ہوئے اسے محسوس ہوا کے پیچھے بھاگتے آدمی قریب تر آ چکے ہیں۔

وہ موڑ مڑتی دوسرے روڈ پر آئی جب قریب ترین آتی گاڑی کی تیز ہیڈ لائٹس نے اس کی آنکھوں کو چندیا دیا۔

بہت مشکل سے اس نے اپنے قدم روکے۔اس کے قدم روکتے پیچھے موجود آدمی بھی اس کے بلکل نزدیک آ گئے۔سامنے رکتی گاڑی سے ایک آدمی نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا پر تب تک وہ پیچھے موجود آدمیوں کے چنگل میں پھنس چکی تھی۔

"!!!کہاں بھاگ رہی تھی میری بلبل!!!آخر ہاتھ آ ہی گئی نا"

پیلے دانتوں کی نمائش کرتا وہ مرد بھرپور خباثت سے ہنس دیا جب کہ اس کے بغل میں کھڑے باقی دو آدمیوں کے چہروں سے بھی خباثت ٹپک رہی

تھی۔وہ اس کی طرف بڑھنے لگا تو وہ چیختی ہوئی سامنے کھڑے اجنبی کے پیچھے چھپ گئی۔

"جو کہنا ہے مجھے کہو۔"

وہ جذبات سے عاری لہجے میں بولا تو مقابل مکروہ ہنسی ہنس دیا۔

طوائف ہے یہ صاحب! آج رات کے لئے خریدا تھا پر یہ ڈر کر بھاگ"

"اٹھی۔

اس کی بات پر وہ روتی ہوئی نفی میں سر ہلانے لگی۔داؤد کمال نے چہرہ موڑ کر اپنے پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو عروسی جوڑا پہنے بکھری حالت میں کھڑی سر نفی میں ہلاتی آنسو بہا رہی تھی۔بارش کے باعث جوڑا بھیگ کر بدن سے چپکا ہوا تھا۔دلکش سراپا عیاں تھا جسے وہ نیٹ کے باریک دوپٹے سے چھپانے کی کوشش کرتی ہلکان ہو رہی تھی۔دلکش چہرے پر خوف و حراس پھیلا ہوا تھا۔

نن۔۔ نہیں یہ۔۔۔یہ بکواس کر رہے ہیں میں طط۔۔۔طوائف نہیں"

"ہوں۔اللہّ کی قسم میں طوائف نہیں ہوں ایک شریف لڑکی ہوں۔

کرب سے کہتی اپنی معصومیت کا یقین دلانے کی کوشش کرتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

جانے کیا سوچ کر وہ پل بھر میں اس پر یقین کر بیٹھا۔سخت تاثرات لئے وہ ان آوارہ آدمیوں کی طرف مڑا۔

ایک سیکنڈ میں دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ تم لوگوں کو اندر کروانے میں"

"ایک پل بھی نہیں لگے گا مجھے۔

اس کے سرد لہجے اور الفاظ پر وہ پل بھر کو گڑبڑایا پر اگلے ہی لمحے خود کو شیر سمجھتا بولا۔

تم سے چھین کر لے جائیں گے اس بلبل کو۔اکیلے مزہ نہیں کرنے دیں"

"گے۔بھئی ہمارا بھی تو حصہ بنتا۔۔۔

اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی داؤد بھاری ہاتھ اس کے منہ پر جڑ گیا۔ پھر وہ رکا نہیں۔ انہیں بری طرح دھنک کر رکھ گیا۔ شراب کے نشے میں دھت وہ تینوں مردود اس تند و توانا مرد کا مقابلہ نہ کر پائے اور وہیں ڈھیر ہو گئے۔ وہ واپس اس لڑکی کی طرف مڑا۔

دیکھیں بی بی میں ایک وکیل ہوں۔ قانون کا بندہ ہوں اس لئے بغیر ایک " بھی لفظ جھوٹ بولے مجھے پوری بات بتا دیں کہ اس طرح دلہن بلکہ اجڑی ہوئی دلہن بن کر آدھی رات سنسان سڑک پر اس برستی بارش میں کیا کر "رہی ہیں آپ؟

اگلے پانچ منٹ میں وہ زولیخہ کی زبانی اس کی کہانی جان چکا تھا جس پر کافی حد تک وہ یقین بھی کر چکا تھا۔

"کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا انسان ہے جو شادی کا خواہاں ہو؟؟"

اس کے سوال پر وہ آنکھیں سکیڑ گیا پر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ پھر سے بول اٹھی۔

"کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟؟"

ایک دم وہ دو قدم آگے ہوتی پوچھ اٹھی۔ پیروں میں بندھی پایل جھنجھنا اٹھی تو اس کی آواز اور سامنے کھڑی لڑکی کے سوال سے داؤد کو کوفت ہوئی۔

"یہ آپ کا مسلہ نہیں ہے بی بی آپ فلحال اپنے مسلے پر توجہ دیں۔"

سرد مہری سے کہتا وہ دو قدم پیچھے کی طرف اٹھا گیا۔

"میرے مسلے کا حل اسی سوال میں پوشیدہ ہے۔ دیکھیں میں جانتی ہوں آپ مجھے ایک بد کردار اور بری لڑکی سمجھ رہے ہیں پر میں بہت مجبور ہوں پلیز مجھ سے شادی کر لیں۔"

اس کے سر پر بمب بلاسٹ کرتی وہ اگلے ہی پل جھکتی اس کے پیر پکڑ گئی تو داؤد کمال پتھرا گیا۔

وہ ساکت نظروں سے اپنے پیروں میں جھکی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اگلے ہی پل وہ پیچھے کی طرف قدم اٹھا گیا۔

وہ داؤد کمال تھا جسے عورت کی عزت کرنا بچپن سے سکھایا گیا تھا۔جو عورت کی عزت کو اپنی عزت سے بھی زیادہ مقدم سمجھتا تھا۔اس کے لئے عورت پیر کی جوتی نہیں سر کا تاج تھی۔وہ کیسے ایک عورت کو اپنے پیروں میں بیٹھے رہنے دے سکتا تھا۔داؤد کمال کی غیرت پر ضرب تھی یہ حرکت۔

جو بھی بات کرنی ہے مقابل آ کر کریں۔عورت پیر کی جوتی نہیں سر کا تاج" ہے۔"

وہ لرزتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے مزید بولنے سے پہلے خود بول پڑی جیسے ڈر ہو کہ وہ صاف انکار نہ کر دے۔

میں وعدہ کرتی ہوں میری موجودگی سے آپ کی زندگی بلکل بھی متاثر" نہیں ہو گی۔میرا ہونا یا نہ ہونا ایک برابر ہو گا آپ کے لئے۔آپ کی زندگی کے کسی معاملے میں میں مداخلت نہیں کروں گی۔کسی بے جان شے کی طرح ایک کونے میں پڑی رہوں گی۔بس مجھ سے شادی کر کے میری عزت کی حفاظت کر دیں بس!!!"

اس کی بات پر داؤد کمال نے گہری نظرس کے چہرے پر ڈالی۔اس کا چہرہ چیخ چیخ کر سچائی ظاہر کر رہا تھا۔

وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔صاف انکار پر نہ جانے کیا سوچ کر ایسا کر نہیں پا رہا تھا۔

پھر اچانک کوئی بات اس کے دماغ میں کلک کی۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں آپ سے شادی کے لئے پر آپ یہ مت سمجھئے گا کہ میں یہ آپ کے لئے کر رہا ہوں۔میں صرف اور صرف اپنے لئے کر رہا ہوں۔داؤد کمال کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔"

اس کی بات پر وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کک۔۔۔کیا مطلب؟؟"

وہ آنکھوں میں الجھن لئے پوچھنے لگی۔

"میری عمر بتیس سال ہو چکی ہے اور میری ماں کا ارمان ہے داؤد کمال کے ماتھے پر شادی شدہ کا لیبل لگانے کا۔آپ سے شادی کر کے میں اپنی ماں کی خواہش پوری کر سکتا ہوں۔"

سکون سے کہتا وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

"!!آپ بتیس سال کے ہیں اور ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں"

داؤد کو سمجھ نہ آئی کہ یہ سوال تھا یا بیان۔

"آپ کو اعتراض کس بات پر ہے؟میرے بتیس سال کے ہونے پر یا غیر شادی شدہ ہونے پر۔حالاں کہ اعتراض میری ظاہری شخصیت پر ہونا چاہیئے۔"

اس کی بات پر وہ جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں مجھے کسی بھی بات پر اعتراض نہیں۔میں اس بات پر آپ کی مشکور ہوں کہ آپ مجھ سے شادی کے لئے رضامند ہو گئے۔"

وہ کہنے کے ساتھ ہی سینے سے لپٹا دوپٹہ مزید کسنے لگی۔

اس کی بے چینی محسوس کرتا وہ گاڑی کے کھلے دروازے سے اندر ہاتھ ڈال کر فرنٹ سیٹ سے اپنا کالا کوٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھا گیا جو وہ جھجھکتی ہوئی اس کے ہاتھ سے کوٹ تھام کر اپنے بھیگے لباس پر پہن گئی۔

سردی کی بھیگی رات میں وہ خود بھی بھیگی شرٹ پہنے کھڑا تھا پر اگر سامنے کھڑی نازک لڑکی ٹھنڈ میں بھیگتی اپنے بھیگے بدن کو چھپانے کی کوشش میں ہلکان رہتی تو لعنت تھی داؤد کمال کی مردانگی پر۔

میرے گھر کے قریب مسجد ہے۔ نکاح کے لئے وہاں جانا ہو گا ہمیں۔ اگر آپ مجھ پر یقین کر کے میرے ساتھ بند گاڑی میں اکیلے سفر کرنے پر رضامند ہیں تو ابھی چلتے ہیں کیوں کہ پہلے ہی کافی رات بیت چکی ہے۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی اور آپشن بھی تو نہیں میرے پاس۔ اور جو انسان مجھے تین موالیوں سے بچا سکتا ہے اس پر اتنا اعتبار تو میں کر ہی سکتی ہوں۔"

گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس کے یہ الفاظ داؤد کے کانوں میں پڑے تھے۔

کچھ ہی دیر میں قریبی مسجد میں بیٹھے دو اجنبی افراد ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے بندھ چکے تھے۔

نکاح کے بعد وہ اسے ساتھ لیتا "کمال ہاؤس" کی طرف بڑھ گیا۔

MEEM AINN WRITES

تونے کیا کر ڈالا

لٹ گئی میں مٹ گئی میں

ہاں جی او جی

ہو گئی میں۔۔۔۔

تیری دیوانی، دیوانی

تیری دیوانی، دیوانی

رات کے کھانے کے ٹیبل پر بیٹھی وہ زور و شور سے گنگنانے میں مگن تھی۔ اس کے سامنے بیٹھا وجود ضبط کرنے پر مجبور تھا جب کہ باقی افراد اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ہاں جی جناب ہم جانتے ہیں کہ محترمہ زونیہ صاحبہ اپنے آدم کمال صاحب" کی دیوانی ہیں۔ چیخ چیخ کر علان نہ بھی کریں آپ تو یہاں بیٹھا ہر فرد اس بات کا "گواہ ہے۔

طالب کی بات پر آدم نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا۔

آئی تھنک تمہارے پاس کافی پیسے جمع ہو چکے ہیں اور اب اگر ایک ماہ کے" لئے تمہاری پاکٹ منی بند کر دی جائے تو تمہاری جیب پر خاص فرق نہیں "پڑے گا۔

اس کے ٹھنڈے ٹھار انداز و الفاظ پر طالب گڑبڑا کر رہ گیا۔

کیا بات کرتے ہیں بھیا۔ میں تو بس مذاق کر رہا تھا۔ بغیر ہڈی کے زبان اکثر" "پھسل ہی جاتی ہے۔

بوکھلا کر صفائی دے بیٹھا کہ کہیں واقعی پیسوں سے ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔

خیال رہے کہیں یہ بغیر ہڈی والا ایک پرزا تمہاری ہڈیوں کو لاتعداد پرزوں" "میں تقسیم نہ کروا دے۔

آدم کمال کی بات پر وہ حلق تر کرتا محض سر ہلا گیا۔خدشہ تھا کہ کہیں ایک لفظ مزید نکالنے پر واقعی کوئی سزا تعین نہ ہو جائے۔

باقی سب افراد کے لبوں پر دبی دبی سی ہنسی مچل رہی تھی۔

"اوں ہوں!!!کتنا دفعہ کہا ہے کہ کول رہا کریں۔غصّے میں بلکل بھی اچھے نہیں لگتے۔آگ اگلنے والے ڈریگن لگتے ہیں۔"

شرارت سے کہتی وہ بالوں کو جھٹکا دے کر کمر پر گرا گئی۔

"لگتا ہے اس ٹڈی کو اپنی جان بلکل بھی نہیں پیاری۔"

طالب پاس بیٹھے اشر کے کان میں گھس کر بولا۔

"بلکل سہی کہا۔مجھے اپنی جان بلکل نہیں پیاری کیوں کہ اس جان سے بھی پیارا کوئی اور ہے میرے لئے۔"

اٹھلا کر کہتی وہ فورک میں آملیٹ کا ٹکرا پھنسا کر منہ میں ڈال گئی۔

اس کی بات پر طالب اور اشر کو بے ساختہ کھانسی کا دوڑا پڑا تھا جو "کسی اور جان سے پیارے" کے گھورنے پر ختم ہوا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑا چھری کانٹا زور سے پلیٹ میں پٹخ گیا۔

"کبھی انسان ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا کرو تم دونوں۔ بغیر سینگھ کے گدھوں کی طرح نہ ہر وقت ہانکتے رہا کرو۔"

اپنی بھرپور عزت پر وہ دونوں صدمے سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے جب کہ زونیہ کا مدھر قہقہہ گونج اٹھا۔

تبھی شور سنتی فارا کمال وہاں آئی۔

"کیا شور مچا رکھا ہے بچوں کی طرح۔"

ان کے ڈپٹنے پر سب ایک دم اپنی آوازیں بند کر گئے۔

یہ تھے کمال ہاؤس کے مکین۔ اس گھر کے سربراہ کمال احمد اور فارا کمال تھے جن کو اللہ نے تین بیٹوں سے نوازا تھا۔ سب سے بڑا آدم کمال جو اپنے باپ کا بزنس سمبھال رہا تھا بلکہ اسے عروج پر لے جا چکا تھا۔ اس کے بعد طالب

کمال جس نے ایم بی اے کرنے کے بعد کچھ ماہ پہلے ہی آفس جانا شروع کیا تھا اور سب سے چھوٹا اشر کمال جو یونیورسٹی کے آخری سال کا سٹوڈنٹ تھا۔

پر ان سب سے بڑا داؤد کمال تھا۔ کمال احمد کی پہلی بیوی صائمہ کمال کی اولاد۔ جب داؤد چار سال کا تھا تب صائمہ کی ایک ایکسیڈنٹ میں وفات ہو گئی۔ سال گزرنے کے بعد کمال احمد کی شادی فارا احمد سے ہو گئی اور اللہ نے انھیں تین مزید بیٹوں سے نوازا۔ داؤد جب بیس سال کا ہوا تو ہارٹ اٹیک کے سبب کمال احمد وفات پا گئے۔ داؤد کمال نے بن کہے پورا گھر سنبھال لیا۔

زونیہ فارہ احمد کی یتیم بھانجی تھی جسے بھائی اور بھابھی کی حادثاتی وفات کے بعد وہ اپنے ساتھ لے آئی۔ تب زونیہ محض تین برس کی تھی۔ یوں زونیہ چپکے سے اس گھر کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کے دل کی مکین بھی بن گئی۔

اور یہ لڑکی آدم کمال کی دیوانی تھی جسے وہ نظر بھر کر دیکھتا بھی نہ تھا۔

MEEM AINN WRITES

لاس ویگاس رات کے اس پہر بھی روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہاں کے سب سے بڑے کاسینو میں لوگ حرام مشروب پیتے جوا کھیل رہے تھے۔

ایسے میں اس کی پرسوچ نگاہیں کہیں اور ہی جمی ہوئی تھیں۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سگار سلگ رہا تھا۔ تبھی اسے نسوانی چیخوں کی آواز سنائی دی۔ وہ ان چیخوں پر بلکل بھی متوجہ نہ ہوتا اگر وہ آواز شناسا نہ ہوتی۔

اس آواز کو تو وہ ہزاروں کیا لاکھوں میں بھی پہچان سکتا تھا۔ یہ آواز اس کی سماعتوں میں بسی ہوئی تھی۔

اس نے ایک جھٹکے سے سر گھمایا تو دو لمبے چوڑے آدمی ایک لڑکی کو گھسیٹ کر سامنے بنے کمروں کی طرف لے جا رہے تھے۔ لڑکی نے گھٹنوں تک آتا بلیک سکرٹ اور کمر کو چھپانے میں ناکام سلیولیس شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ بھورے اور سنہری بال اونچے جوڑے میں بندھے تھے۔

یہ لڑکی وہ نہیں تھی۔وہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔وہ سر جھٹک کر نظریں پھیرنے لگا جب اس لڑکی نے چہرہ موڑ کر مدد کے لئے چلانا شروع کیا۔ وہ جو نظریں پھیرنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کی آنکھیں وہیں ساکت ہو گئیں۔ اگلے ہی پل وہ تیر کی تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس کی دائیں بائیں موجود آدمیوں کے جبڑوں پر مکے جڑ دیے۔

وہ اس حملے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے پل بھر میں دگمگا گئے پر اگلے ہی لمحے سنبھال کر جوابی وار کرنے لگے جب اس کے چہرہ پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے کی ہوائیاں اڑی۔

"!!!بب۔۔۔باس آپ"

وہ آدمی ھکلا کر بولا تو وہ اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑ گیا جب کہ وہ لڑکی بغیر اس کی طرف دیکھے تیزی سے اس کے پیچھے چھپ گئی۔

"زبردستی کیوں لے جا رہے ہو اس لڑکی کو؟؟"

سرمئی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ کر بولا تو وہ آدمی سر جھکا گیا۔

باس اس کے شوہر نے اسی لاکھ میں بیچا ہے اسے۔پیار سے مان نہیں رہی"
"تھی تو زبردستی کرنی پڑی۔
اس کی بات پر وہ لب بھینچ گیا۔
دفعہ ہو جاؤ یہاں سے اور آج کے بعد اس لڑکی سے سو فٹ دور نظر آؤ۔"۔"
اس کے حکم پر وہ دونوں سر ہلا کر وہاں سے چل دیے تو وہ رخ موڑ کر پیچھے کھڑی لڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔
پانچ سال۔۔۔۔پانچ سال بعد اس بزدل لڑکی کو اپنے سامنے دیکھا تھا باسط درانی نے پر جس حال میں دیکھا تھا دل کر رہا تھا اس کا نیم برہنہ وجود خود ہی اپنے ہاتھوں سے جلا کر راکھ کر دے جس کی دلکشی سے لاتعداد لوگ آنکھیں سینک چکے تھے۔
ایمان احمد اسے اپنے مقابل پا کر شرم سے ڈوب مر جانے کو تھی۔
باسط نے اپنا لونگ کوٹ اتار کر اس نے شانوں پر ڈالا اور اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکل آیا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر اسے دھکا دے کر بٹھایا پھر خود بیٹھتا فل سپیڈ میں گاڑی آگے بڑھا گیا۔

کاسینو سے فلیٹ تک وہ ایک لفظ نہ بولا تھا بس ضبط سے اس کی مدھم سسکیاں سنتا رہا تھا۔

گاڑی پارک کر کے وہ اس کی طرف آیا اور دروازہ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تو وہ زمین پر جا گری۔ وہ پنجوں کے بل اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"اس لئے مجھ سے آزادی حاصل کی تھی تم نے تاکہ جس بدن کو ہمیشہ مجھ سے بھی چھپا کر رکھا اسے لوگ دعوت نظارہ سمجھ لیں۔"

اس کی سرمئی آنکھوں میں شکوہ ہی شکوہ تھا۔ ٹوٹے کانچ سی چبھن تھی جو چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ ایمان چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

میں گنہگار ہو گئی۔ میں ناپاک ہو گئی ہوں آج۔ غیر مردوں نے گندی نظروں سے میرا جسم دیکھا مجھے غلط ارادے سے چھوا۔ مجھے مار دو مجھے ختم کر دو پلیز مجھے خود سے گھن آ رہی ہے۔"

ہزیانی ہوتی وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے گلے پر رکھتی دبانے لگی۔

باسط نے ہاتھ چھڑوا کر اسے کندھوں سے تھامتا زوردار جھٹکا دیا۔

"ہوش میں آؤ پاگل ہو گئی ہو؟؟ تم پاک ہو۔ شبنم کے پہلے قطرے کی طرح پاک!!! سمجھی۔"

اس کے لہجے کا سرد پن اور اپنے دکھ محسوس کرتی وہ بلک رہی تھی۔

باسط نے اسے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا اور پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔ پھر الماری کی طرف بڑھا اور اپنا ایک ٹراؤزر شرٹ نکال کر اس کے قریب آیا۔

"سامنے وہ رہا باتھ روم۔ دو منٹ میں چینج کر کے اؤ۔"

وہ ڈریس س کے ہاتھ میں پکڑاتا باتھ روم کی طرف اشارہ کرتے بولا تو وہ کانپتی ٹانگوں کو ہمت دیتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

چینج کر کے وہ واپس کمرے میں آئی تو وہ سر ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر بیٹھا تھا۔

اس کی موجودگی محسوس کرتے وہ اٹھا اور اس کے بلکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا پر اس وقت اس کی حالت قابل رحم لگ رہی تھی۔

فلحال صرف ایک سوال پوچھوں گا۔ اپنے شوہر سے تعلق رکھنا چاہتی"

"ہیں؟؟

جانے ضبط کا کون سا عالم تھا یہ جو باسط درانی اپنی محبوبہ سے اس کے شوہر کے ساتھ تعلق کا پوچھ رہا تھا۔

"پانچ ماہ پہلے مجھے طلاق دے چکا ہے وہ۔"

بے تاثر لہجے میں بولی تو ایک پل کے لئے باسط درانی کی آنکھوں کا رنگ بدلہ تھا۔ اگلے ہی پل وہ اپنے قدم پیچھے اٹھا گیا۔

"ریسٹ کریں آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ کھانا بھجواتا ہوں۔"

نظریں اس پر سے ہٹا کر کہتا وہ کمرے سے نکل گیا جب کہ ایمان بیڈ پر ڈھے گئی۔

جانے اور کتنے امتحان باقی تھے اس کی زندگی میں ابھی۔ وہ بہت تھک گئی تھی۔ بہت زیادہ !!!!

MEEM AINN WRITES

وہ اسے لے کر جس وقت گھر پہنچا آدھی رات گزر چکی تھی۔ سب سو چکے تھے اس لئے وہ اسے لیتا سیدھا اپنے کمرے کی طرف آیا۔

کمرے کے بیچ و بیچ لا کر اس کا ہاتھ چھوڑا اور ہاتھ میں پکڑا بیگ صوفے پر پھینکا۔ پھر مڑا اور دروازہ لاک کر کے واپس اس کے پاس آیا۔

"آپ کے کپڑے بھیگ چکے ہیں۔ ایسے بیمار پڑ جائیں گی۔ یہ سامنے ڈریسنگ روم ہے اور اس کے ساتھ باتھ روم۔ ڈریسنگ روم میں جائیں وہاں آپ کو میرے کپڑے مل جائیں گے۔ فلحال ان میں سے کسی سے کام چلا لیں کیوں کہ اس وقت لیڈیز ڈریس ارینج کرنا مشکل ہے تھوڑا۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

داؤد نے گہرا سانس بھرتے الماری سے اپنا نائٹ ڈریس نکالا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

نہا کر فریش ہو کر وہ باہر نکلا تو سامنے ہی وہ اس کا جمپ سوٹ ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی۔

داؤد نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ مجھے فریش ہونا ہے۔"

وہ جھجھک کر بولی تو داؤد سر ہلا گیا۔

"جھجھکنے کی ضرورت نہیں۔ جتنا یہ کمرہ میرا ہے اتنا ہی اب آپ کا ہے۔ آپ فریش ہو جائیں میں کھانا لاتا ہوں کیوں کہ کافی بھوک لگ رہی ہے مجھے اور یقیناً آپ کو بھی لگ رہی ہو گی۔"

اپنی بات مکمل کرتے اس کا جواب سنے بغیر وہ کمرے سے باہر نکل گیا تو وہ اس کی پشت دیکھتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو تب تک وہ نہ صرف کھانا ٹیبل پر لگا چکا تھا بلکہ کمرے میں ہیٹر بھی آن کر چکا تھا۔

اس نے گرم پانی سے شاور لیا تھا پر پھر بھی سردی لگ رہی تھی پر کمرے میں آکر ایک دم سکون کا احساس ہوا۔

"آجائیں۔"

اسے دیکھ کر وہ کمرے میں ایک طرف پڑے ٹو سیٹر صوفے کی طرف بڑھ گا جس کے آگے پڑے کانچ کے ٹیبل پر کھانا پڑا ہوا تھا۔

وہ ہاتھ مسلتی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی صوفے کی طرف بڑھی تو اس کے اشارے پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

صوفہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ اس سے زیادہ فاصلہ قائم کر پاتی۔اس کا شانہ داؤد کے بازو کو چھو رہا تھا۔

داؤد نے پہلے اس کی پلیٹ میں کھانا ڈالا پھر اپنی پلیٹ میں ڈالنے لگا پھر نہ جانے کیا سوچ کر رک گیا۔ دوسری پلیٹ پیچھے کرتے وہی پلیٹ اپنے اور زولیخہ کے آگے رکھی۔

"کھانا شروع کرو۔"

اس کے کہنے پر وہ چمچ ہاتھ میں پکڑ گئی۔ بریانی دیکھ کر بھوک مزید چمک اٹھی تھی۔

پلیٹ خالی ہوئی تو وہ پھر سے بھر گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تین پلیٹیں کھا گئے اور ڈش خالی ہو گئی۔

"اور لاؤں؟؟"

اس نے پوچھا تو وہ بلاوجہ شرمندگی محسوس کرتی نفی میں سر ہلا گئی تو وہ برتن اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زولیخہ اب کی دفعہ کمرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگی۔ کمرہ کافی سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ دیواروں پر ہلکے گرے رنگ کا پینٹ ہوا تھا۔ ایک پوری دیوار کے آگے

ڈارک گرے پردے لٹک رہے تھے۔شاید اس کے پیچھے کچھ تھا۔کمرے کے درمیان میں کنگ سائز گول بیڈ پڑا تھا۔اور اس کے بلکل سامنے ڈریسنگ ٹیبل موجود تھا جس پر مختلف برانڈز کے پرفیومز رکھے تھے۔اس کے ساتھ تھوڑے فاصلے پر صوفہ موجود تھا جس پر وہ س وقت بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی سامنے کانچ کا ٹیبل پڑا تھا۔کمرے میں روم فریشنر کی میٹھی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔بیڈ کے دائیں طرف ڈریسنگ روم اور اس کے ساتھ باتھ روم تھا۔ایک اور دروازہ بھی موجود تھا جو شاید سٹڈی روم تھا۔

اس کا کمرہ خوبصورت نہیں بلکہ شاندار تھا۔بلکل اس کے خوابوں کے جیسا یا پھر اس سے بھی حسین۔

اس نے سوچا کہ پردہ ہٹا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہے۔وہ صوفے سے اٹھ کر ابھی چند قدم ہی چلی تھی جب داؤد کمرے میں واپس آیا۔زولیخہ وہیں رک گئی۔ نظریں جھکا کر کھڑی ہوئی تو اپنے حلیے کو دیکھتی شرم سے پانی پانی ہوئی۔ دوپٹے کے بغیر داؤد کے سامنے کھڑی تھی۔گیلے بالوں سے پانی کے قطرے

ٹپک کر اس کی شرٹ گیلی کر رہے تھے۔ڈھیلی ڈھالی شرٹ کا گلا بھی اسے کافی کھلا تھا۔کہاں داؤد کا اونچا لمبا مضبوط سراپا اور چوڑے شانے اور کہاں وہ نازک سی لڑکی۔ٹراؤزر بھی فولڈ کرنے پہننے کے کچھ قابل بنایا گیا تھا۔

وہ شرٹ کا گلا ٹھیک کرتی دونوں بازو سینے پر باندھ گئی۔

اس کا حلیہ اور جھجھک کے سبب پڑتی سرخ رنگت دیکھتے داؤد کو نہ جانے کیوں ہنسی آئی پر وہ لب بھینچ کر ہنسی روک گیا۔اسے خود پر حیرت ہوئی۔نا جانے کتنے عرصے کے بعد اس کے احساسات یوں ہوئے تھے۔

گھبرائیں مت۔کسی غیر محرم کے نہیں بلکہ اپنے شوہر کے سامنے کھڑی"

"ہیں آپ۔پہلے اپنے بال خشک کر لیں ورنہ بیمار پڑ جائیں گی۔

نرمی سے کہتا وہ باتھ روم سے ٹاول پکڑ لایا۔زولیخہ نے اس کے ہاتھ سے ٹاول پکڑا اور ڈریسنگ کے اگے بیٹھتی اپنے بال خشک کرنے لگی۔داؤد جا کر بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔

وہ بال خشک کر چکی تو ٹاول باتھ روم میں رکھ آئی۔

مین لائٹ آف کر آئیں سامنے اس بٹن سے۔ سو جائے آکر اب کافی زیادہ"

"وقت ہو چکا ہے۔

اسے کہتا وہ تکیے سہی کرنے لگا جب کہ وہ کنفیوز سے کھڑی تھی۔ پھر لائٹ بند کرتی ہمت کر کے بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ گئی۔

"لیٹ جائیں۔"

اس کی بھاری آواز سن کر وہ جی کڑا کرتی کنارے پر لیٹی تو داؤد اس پر کمبل ڈال گیا۔ وہ سختی سے آنکھیں بند کر گئی۔ چند پل ہی گزرے تھے جب اسے نیند نے آلیا۔ داؤد نے ایک نظر اسے دیکھا اور خود بھی آنکھیں بند کر گیا۔

MEEM AINN WRITES

صبح ناشتے کے ٹیبل پر سب حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے۔ آدم کمال کی نظریں ہاتھ میں پکڑے نیوز پیپر پر جمی تھیں جب کہ بلکل سامنے بیٹھی زونیہ کی نظریں آدم کمال پر!!!!

طالب اور اشعر باتوں میں مگن تھے ساتھ ساتھ زونیہ کو بھی چھیڑ رہے تھے۔

فارا کمال وہاں آئیں تبھی داؤد کمال وہاں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر فارا کمال کا چہرہ تن سا گیا۔پر جب اس کے پیچھے سے نکلتی لڑکی کو دیکھا تو ایک دم وہ کھڑی ہوا ٹھی۔ان کی نظروں کا ارتقاز محسوس کرتے سب کی نظریں ایک ساتھ گھومی تھیں۔

داؤد نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور فارا کمال کی طرف بڑھا۔ان کے دونوں ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگائے۔

"!!! یہاں آئیں زولیخہ"

اس کی پکار پر وہ جھجھکتی ہوئی داؤد کی طرف بڑھی تو وہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر جسے وہ تھام گئی تو داؤد اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا گیا۔

طالب اشعر اور زونیہ پوری آنکھیں کھولے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ان کے لئے یہ منظر نا قابل یقین تھا جہاں داؤد کے کندھوں سے بھی تھوڑا نیچے تک آتی لڑکی داؤد کے ہی کپڑے پہنے اس کی چادر کندھوں پر ڈالے اس کے

ساتھ لگی کھڑی تھی۔وہ لڑکی خوبصورت تھی۔بے تحاشا خوبصورت!!!جو سادگی میں کھڑی بھی غضب ڈھا رہی تھی۔

"!!!ممی یہ زولیخہ ہے آپ کی بہو اور زولیخہ یہ ممی ہیں۔سلام کرو ممی کو"

اس کی بات پر ڈائینگ حال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔فارا کمال کے چہرے کے تاثرات ناقابل بیان تھے۔آدم کمال ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر ٹیبل پر رکھ چکا تھا جب کہ سامنے بیٹھے تینوں نمونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

!!!!!دھماکا ہی تو ہوا تھا صبح صبح کمال ہاؤس میں

MEEM AINN WRITES

"!!!ممی یہ زولیخہ ہے آپ کی بہو اور زولیخہ یہ ممی ہیں۔سلام کرو ممی کو"

اس کی بات پر ڈائینگ حال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔فارا کمال کے چہرے کے تاثرات نا قابل بیان تھے۔آدم کمال ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر ٹیبل پر رکھ چکا تھا جب کہ سامنے بیٹھے تینوں نمونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔

!!!!!دھماکا ہی تو ہوا تھا صبح صبح کمال ہاؤس میں

"!!!!کیسا مذاق ہے یہ داؤد"

فارا کمال ناگواری سے بولتی دو قدم پیچھے ہٹی تھیں۔ان کے تاثرات دیکھ کر زلیخہ کا رنگ اڑ گیا۔

مذاق نہیں حقیقت ہے ممی۔آپ ہی تو چاہتی تھیں کہ میں شادی کر لوں"

"میری عمر گزر رہی ہے۔تو بس پھر آپ کا حکم مان لیا۔

نرمی سے کہتا وہ اپنا ہاتھ زلیخہ کے کندھے سے ہٹا گیا تو وہ ڈر کے مارے اس کا بازو دونوں ہاتھوں میں تھام گئی۔

ہاں شادی کا کہا تھا میں نے پر یہ نہیں کہا تھا کہ کسی بھی راہ چلتی لڑکی سے"

"شادی کر کے اس گھر میں لے آؤ اسے۔

فارا کمال کے لب و لہجے میں ناگواری ہی ناگواری تھی۔

"یہ کوئی راہ چلتی لڑکی نہیں بلکہ میری محبت ہے ممی!!! داؤد کمال کی محبت اور عزت!!! امید ہے اسے یہاں وہی محبت اور عزت ملے گی جس کی یہ حق دار ہے۔آئیں ناشتہ کرتے ہیں۔"

نرمی سے کہتا وہ زلیخہ کو اپنی کرسی پر بیٹھا کر ماں کا ہاتھ تھام کر انھیں بیٹھانے لگا جب وہ ایک دم ہاتھ چھڑوا آتی وہاں سے چلی گئیں۔

زلیخہ نے دیکھا کہ داؤد کے چہرے کا رنگ پل میں پھیکا پڑا تھا اور ہر وقت بے تاثر رہنے والی آنکھوں سے بے چینی چھلک رہی تھی۔

"ناشتہ شروع کریں میں آتا ہوں۔"

اسے کہتا وہ خود ماں کے پیچھے چلا گیا۔

"حیرت ہے۔مجھے تو سمجھ نہیں آرہا کہ آپ جیسی پرفیکٹ لڑکی کو اس کلوٹے میں نظر کیا آگیا۔اوہ اب سمجھا!!! اس کا بینک بیلنس!!!"۔

آدم کمال کی بات پر زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

طالب اشعر اور زونیہ ناگواری سے آدم کو دیکھ کر رہ گئے۔وہ داؤد کمال سے نفرت کرتا تھا۔اس کی تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا پر انھیں امید نہیں تھی کہ وہ ان کے پیارے بھائی کی اس کی نئی نویلی دلہن کے سامنے یوں تذلیل کرے گا۔

ہاں داؤد کمال ایک سانولا مرد تھا۔بے حد مکمل مگر سانولا۔اس کی رنگت اس کے لئے ایک طعنہ بنادی گئی تھی۔وہ چھے فٹ تین انچ کا بھرپور مضبوط جسامت اور حسین نقوش کا حامل انسان جو دنیا کے ٹاپ بزنس مینز میں شمار ہوتا تھا وہ اپنے ہی گھر اپنی سانولی رنگت کی وجہ سے جزباتی طور پر خوار ہوتا تھا۔

زلیخہ نے ناگوار نظروں سے اسے دیکھ کر آنکھیں پھیر لیں۔داؤد کمال کی تذلیل برچھی کی طرح لگی تھی اسے۔اسے تو محسوس ہی نہ ہوا تھا کل سے لے کر اب تک کہ وہ ایک سانولا مرد ہے۔زلیخہ کو تو وہ ایک کامل مرد لگا تھا جس

نے اس کی عزت بچائی تھی۔جو اس کا محافظ تھا۔ایسے مرد کیا تذلیل کے لائق ہوتے ہیں؟؟؟

اسے دلی طور پر دکھ ہوا تھا۔بہت دکھ!!!!اسے پتا بھی نہ چلا کب اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

تبھی داؤد کمال وہاں آیا۔اس نے ایک بازو ماں کے کندھے پر باندھ رکھا تھا۔ انہیں سربراہی کرسی پر بیٹھا کر وہ زلیخہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ اپنا جھکا سر مزید جھکا گئی تاکہ وہ اس کی نم آنکھیں نہ دیکھ سکے۔

کھانا خاموشی میں کھایا گیا تھا جو کہ شاید پہلی دفعہ ہی ایسا ہوا تھا۔داؤد کمال نے پہلے ماں کی پلیٹ بھری پھر زلیخہ کی پلیٹ بنا کر اس کے سامنے رکھ گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد سب سے پہلے آدم اٹھا اور ماں کا ماتھا چوم کر وہاں سے نکل گیا۔

شام میں ملیں گے بھابھی پھر تفصیلی ملاقات ہو گی ابھی صرف اتنا بتادیں کہ "
ہم آپ کے چھوٹے دیور ہیں اور یہ چڑیل آپ کی نند گلی کا گند۔۔۔۔آہ
!!!"

اشعر کی زبان کو بریک زونیہ کے ہاتھ کے کرارے تھپڑ نے لگائی تھی۔

"!!!شرم حیا کر لو کچھ "

اسے شرم دلاتی بولی جس کا شرم سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

بھئی جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔ہمیں کوئی شوق نہیں اپنے "
"کرم پھوڑنے کا۔

ہاتھ جھاڑ کر کہتا وہ اپنی چیئر سے اٹھا اور اپنا بیگ پکڑ کر وہاں سے نکل گیا۔

بھابھی ہمارے چھوٹے بھائی کا اپر پورشن تھوڑا سا زنگ آلود ہے اور کبھی "
کبھی کھسک بھی جاتا ہے آپ ٹینشن مت لیجئے گا۔آفس سے واپسی پر گپ
شپ کریں گے ابھی اگر لیٹ ہوا تو دی ہٹلر آدم کمال کچا چبا جائیں گے مجھ
"!!!معصوم کو۔گڈ بائے ایوری ون

ان تینوں کی باتوں پر زلیخہ کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

داؤد کمال نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ماں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"!!! ممی یہ بوئل ایگ بھی لیں نا"

وہ ماں کی پلیٹ میں بوئل ایگ رکھ گیا تو وہ ہاتھ اٹھا کر روک گئیں۔

"!!! کھالیا بس۔ ریسٹ کروں گی اب"

سپاٹ تاثرات سے کہتی وہ اٹھیں تو داؤد بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ گیا۔

گڑیا میں بھی کورٹ جا رہا ہوں۔ اپنی بھابھی کا خیال رکھنا اور گھر بھی دکھا"

"دینا۔ شام میں ملاقات ہوتی ہے انشاءاللّٰہ۔

کرسی سے اٹھ کر اپنا بریف کیس تھامتا وہ دوسرے ہاتھ سے زلیخہ کا گال تھپتھپاتا زونیہ کو ہدایت دے کر نکل گیا تو وہ دونوں وہاں اکیلی رہ گئیں۔

زونیہ اٹھ کر زلیخہ کی طرف آئی اور اسے زور سے گلے سے لگا گئی۔

" !!!! اف بھابھی آئی ایم سو ہیپی"

زلیخہ تو اس قدر گرم جوشی پر پل بھر کے لئے بوکھلا گئی۔

زونیہ اس سے الگ الگ ہوتی اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔

"آپ نہیں جانتی مجھے طالب اور اشعر کو کس قدر شوق تھا داؤد بھیا کی شادی کا پر ہمیں یہ بات ناممکن ہی لگتی تھی۔اب ہمیں کیا پتا تھا کہ وہ ہیرا چھپا کر بیٹھے ہیں۔بھیا تو چھپے رستم نکلے۔"

آخر میں شرارت سے بولی تو زلیخہ بے وجہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"ویسے مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ آپ کی لو میرج ہے میرا مطلب داؤد بھیا جیسے کولڈ مین کو بھی محبت ہو سکتی ہے کیا!!!! سٹرینج!!! جو بھی ہے میں بہت خوش ہوں مجھے بہت پسند آئی آپ!!"

خوشی سے کہتی وہ زلیخہ کا گال چوم گئی تو وہ بے چاری اس جذباتی حملے پر سرخ پڑ گئی۔

"آئیں میں آپ کو گھر دکھاتی ہوں پھر فیملی البم بھی دیکھیں گے ہم۔"

خوشی سے کہتی وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لے گئی جب کہ ملازم اب برتن اٹھا رہے تھے۔

MEEM AINN WRITES

وہ نیم اندھیرے کمرے میں بیٹھا راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔
سرخ آنکھوں پر پلکوں کی جھالڑ گری ہوئی تھی۔اس کی پلکیں بہت خوب صورت تھیں۔ لمبی اور گھنی۔

وہ یوں ہی آنکھیں موندے بیٹھا جھول رہا تھا جب دھیرے سے ذہن کے دریچوں پر بھولا بھٹکا منظر آ ٹھہرا۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھتے رہتے ہیں؟؟"
اس کی گہری نظروں سے گھبراتی وہ ایک دم بول اٹھی۔

باسط درانی جب جب ایمان احمد کو نہ دیکھے تب تب اسے اپنی آنکھیں بے نور لگتی سی ہیں۔"

گھمبیر آواز میں بولتا وہ اسے گلابی پڑنے پر مجبور کر گیا۔

"!!!ایسے مت دیکھیں پلیز"

وہ لجا کر بولی تو باسط قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

تصور ہو یا تخیل، خواب ہو یا خیال، میری بے چین نظریں ہر جگہ آپ کو ہی"
"دیکھتی ہیں۔

وہ تو آج جیسے ٹھان چکا تھا کہ اسے منہ چھپانے پر مجبور کر دے گا۔

اف باسط کیا کھا کر آئے ہیں آج آپ؟؟ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی سستا نشہ "
"کیا ہو۔

وہ شرم چھپاتی چڑ کر بولی تھی۔

آپ کی ان غزالی آنکھوں کے نشے سے بڑھ کر بھی کوئی نشہ ہو سکتا ہے کیا؟"
آپ کی ان حسین آنکھوں کے سوا دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے بھلا۔ کسی دن
"جان ہی نہ لے لیں یہ میری۔

اس کی بات پر وہ بلاوجہ ہی سر پر پڑا دوپٹہ مزید ماتھے پر کھینچنے لگی۔اس آدمی نے آج ٹھان ہی لیا تھا کہ اسے بوکھلا کر چھوڑے گا۔

"جارہی ہوں میں۔اکیلے بیٹھ کر لگی رہیں۔"

خفگی سے کہتی وہ وہاں سے جانے لگی جب وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

"چپ چاپ بیٹھ جائیں ورنہ باخدا آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو واپس بیٹھانا پڑے"

"گا مجھے اور میرے چھونے پر آپ کو ہے زیادہ اعتراض ہو گا۔

اس کی بات پر وہ فورا بیٹھ گئی جیسے ڈر ہو کہ وہ سر پھرا یہ بھی کر گزرے گا۔

"بلکل بھی اچھے نہیں ہیں آپ۔"

منہ پھلا کر بولی تو باسط کو اس پر مزید پیار آنے لگا۔

"جیسا بھی ہوں اب آپ کا ہی ہوں۔"

ہاتھ اٹھا کر بولتا وہ کندھے اچکا گیا۔

"مینا ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے نا۔آپ کبھی مجھے چھوڑ تو نہیں جائیں گی نا؟؟؟"

اس کے سوال پر ایمان نے اسے دیکھا تو اسے باسط کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف نظر آیا۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔جانے کیوں اس کے دل کو اس بات کا دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ اس کی مینا اس سے جدا ہو جائے گی۔

"آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔میرا آخری جزیرہ ہیں آپ۔مجھے موت تو قبول ہے پر آپ سے جدائی نہیں۔"

اس کا لہجہ اٹل تھا۔ہر طرح کے شبے سے پاک۔

دروازے پر ہوتی دستک اسے حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی۔

اس نے آنکھیں کھول کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو حیران رہ گیا۔اس کا چہرہ بھیگا ہوا تھا۔اس قدر سردی میں پسینہ تو آنے سے رہا۔تو کیا یہ آنسو تھے؟؟کیا وہ رو رہا تھا؟؟؟

خیر یہ آنسو تو پانچ سال پہلے اسے سوغات میں ملے تھے۔

اس نے بھیگا چہرہ صاف کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"آجائیں۔"

اس نے باہر موجود انسان کو اندر آنے کی اجازت دی تو دھیرے سے دروازہ کھلا۔سامنے ہی وہ کھڑی تھی۔

وہ جو باسط درانی کے سینے میں دل بن کر دھڑکتی تھی۔

!!!اس کی پہلی اور آخری محبت

جو کسی پکے ہوئے پھل کی طرح بن مانگے کسی اور کی جھولی میں ڈال دی گئی تھی۔

بیڈ کی چادر سے خود کو ڈھانپے کھڑی تھی۔

"وہ مجھے۔۔۔جائے نماز۔۔۔مل سکتا ہے؟؟"

اٹک اٹک کر بولی تو باست بغیر ایک بھی لفظ بولے الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے جائے نماز نکال لیا۔

جائے نماز اسے تھما کر وہ نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"نماز پڑھنے کے بعد مجھے ملیں۔ضروری بات کرنی ہے۔"

اسے کہنے کے بعد وہ خود کمرے سے نکل گیا۔

وہ لاؤنج میں بیٹھا کافی پی رہا تھا جب وہ آکر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ سوجی ہوئی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔

"مجھ سے نکاح کریں گی؟"

اس کے سوال پر ایمان نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

بلکل ایسا ہی سوال اس نے آج سے پانچ سال پہلے کیا تھا اور اب پانچ سال گزر جانے کے بعد وہ پھر سے وہی سوال دہرا رہا تھا۔

ایمان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ خوشی کے احساس سے نہیں بلکہ غم کے کرب سے۔

اس کا جواب آج بھی وہی تھا جو پانچ سال پہلے تھا۔

" !!! نہیں"

اس کے جواب پر باسط سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے امید نہ ہو آج اس جواب کی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

اپنا جواب سناتی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

MEEM AINN WRITES

" !!! نہیں"

اس کے جواب پر باسط سرخ آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جیسے امید نہ ہو آج اس جواب کی۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

اپنا جواب سناتی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔

"وجہ جاننے کی گستاخی کر سکتا ہوں؟؟"

بہت ضبط سے بولا تھا وہ ورنہ دل کی حالت ایسی تھی کہ سب چیڑ پھاڑ کر رکھ دے۔

"کیوں کہ میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتی۔آپ ایک بہت اچھی لڑکی ڈیزرو کرتے ہیں نہ کہ مجھ جیسی استعمال شدہ۔۔۔"

اس کی بے کی تکمیل سے پہلے وہ اس چہرہ سختی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔
ایمان کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔
مس ایمان آپ کون ہوتی ہیں مجھے یہ بتانے والی کہ میں کیا ڈیزرو کرتا ہوں"
"اور کیا نہیں۔ یہ میری زندگی ہے اور اس کا فیصل مجھے کرنا ہے۔
اس کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں دیکھ کر وہ اس کا منہ اپنے ہاتھ کی گرفت
سے آزاد کرتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا خود پر قابو پانے لگا۔
آج سے پانچ سال پہلے بھی میں نے فیصلے کا اختیار آپ کو سونپا تھا اور دیکھ لیا"
اس کا نتیجہ ؟؟؟ آج فیصلہ میرا ہو گا۔ باسط درانی کا!!! پندرہ منٹ میں نکاح
خواں آرہا ہے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیں ورنہ بخدا سولہ منٹ کے بعد آپ
بیٹھ کر باسط درانی کی لاش پر بیٹھ کر آنسو بہا رہی ہوں گی اور میں زبان کا کس
"قدر پکا ہوں آپ سے بہتر کون جانتا ہو گا یہ بات۔
اس کی سرد آواز اور نوکیلے الفاظ پر ایمان منجمند ہو کر رہ گئی پر وہ اسے دیکھے
بغیر باہر نکل گیا۔

اور پھر ٹھیک بیس منٹ بعد وہ ایمان احمد سے ایمان باسط درانی بن چکی تھی۔

وہ گواہان اور نکاح خواں کو چھوڑنے باہر تک گیا تو وہ صوفے پر ڈھے گئی۔

آنسو تواتر سے گالوں پر پھسلتے جا رہے تھے۔ وہ اس وقت اپنے نصیب سے سخت نالاں تھی۔ کہاں سے کہاں آ گئی تھی وہ۔ کیا سے کیا بن گئی تھی۔

گزرے پانچ سالوں میں باسط درانی تو ایمان احمد کی جدائی پر روتا رہا تھا۔ اس نے بس جدائی کی تکلیف برداشت کی تھی پر ایمان احمد نے بے انتہا ظلم سہے تھے۔ وقت کے اس چکر نے جہاں باسط درانی کو جہاں کملا دیا تھا وہیں ایمان احمد کو بہت برے طریقے سے پیسا تھا۔

اس سے اس کی ذات کا غرور اور مان چھین لیا تھا۔

ان دونوں میں سے کون جانتا تھا کہ قسمت کے فیصلے اس قدر سخت ہوں گے۔

ایمان احمد کو ہمیشہ لگتا تھا کہ اسے غیر محرم سے محبت کی سزا ملی ہے اور شاید ٹھیک ہی لگتا تھا۔

باسط واپس آیا تو وہ بھیگا چہرہ اور بند آنکھیں لئے بیٹھی تھی۔ سر صوفے کی پشت پر ٹکایا ہوا تھا۔

اس کی موجودگی محسوس کرتی وہ دھیرے سے جڑی پلکیں کھول گئی تو نظریں سیدھا بلکل سامنے صوفے پر بیٹھے باسط کی نظروں سے ٹکرائیں۔ نظروں کے زبردست تسادم پر وہ بوکھلا گئی جب کہ باسط یک ٹک اسے دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ اپنی من پسند آنکھوں کا یہ حشر دیکھ کر باسط کے دل کو کچھ ہوا۔ اسے عشق تھا ان گھٹاؤں سی کالی آنکھوں سے جنھیں اس نے کبھی نم نہ پڑنے دیا تھا پر کل رات سے باسط نے اس کی آنکھیں جب بھی دیکھیں بھیگی ہوئی ہی دیکھیں۔

"!!! یہاں آئیں"

وہ ٹانگ پر ٹانگ جماتا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولی تو وہ اس کی نگاہوں کی لپک محسوس کرتی جھجھک کر کھڑی ہوئی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف آنے لگی۔

اس کے قریب پہنچ کر ایمان نے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دیا تو وہ بغیر ایک پل کی دیری کیے اسے جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ گیا تو وہ اس کی گود میں جا گری۔

اس کی اچانک حرکت سے ایمان کے لبوں سے دبی دبی سی چیخ نکل گئی۔

"کس بات پر بن موسم برسات ہو رہی ہے؟"

اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے مزید قریب کرتا وہ اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتا پوچھنے لگا۔

"نن۔۔۔ نہیں تو۔"

اس کے کاندھوں پر ہاتھ جماتی دونوں کے مابین فاصلہ برقرار رکھنے کی اپنی سی کوشش کرنے لگی۔

"زبردستی خود سے باندھ لیا ہے آپ کو اس لئے آنسو بہا رہی ہیں۔ آخر ظلم جو ہوا ہے آپ کے ساتھ!!!"

دوسرے ہاتھ کی انگلی اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھاتا بولا تو اس کی اس قدر قربت پر ایمان کی سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔

اس نے بھلا کہاں دیکھا تھا کبھی اس کا یہ روپ۔

"ظلم تو آ۔۔۔آپ کے ساتھ ہوا ہے۔"

نظریں جھکا کر کانپتی آواز میں بولی تو وہ اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر جھٹکا دیتا اس کا سر اٹھا کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا۔

"میں بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ کس پر ظلم ہوا اور کس پر عنایت۔اس لئے آپ کو اپنی زبان کو تکلیف دے کر اپنے قیمتی الفاظ ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

سرد لہجے میں کہتا وہ ایک اس کے چہرے پر جھکتا اس کی سانسیں قابض کر گیا۔

ایمان کو اس کے اس حرکت کی بلکل بھی توقع نہیں تھی۔وہ انسان جس نے کبھی اس کے نزدیک ہوتے اسے چھوا بھی نہ تھا وہ کیسے اس قدر دیدہ دلیری کا

مظاہرہ کر سکتا ہے تھا پر وہ بھول گئی تھی کہ پہلے وہ نا محرم تھا اور اب محرم۔

اس کے جسم و جاں کا حق دار۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو برسوں کی وحشتیں اس کے نازک لبوں پر اتار رہا تھا۔

چند پل اس کی سانسیں خود میں جزب کر لینے کے بعد وہ پیچھے ہٹا تو وہ شرم سے گلنار ہوتی جھٹ سے چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

"!!!بب۔۔۔بہت برے ہیں آ۔۔۔آپ"

لرزتی آواز میں کہتی وہ اس کی قمیض کا کالر دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

وہ جھک کر اس کے کان کے قریب گنگنایا تو اس کے بولتے لبوں کا لمس اپنے کان پر محسوس کرتی وہ سختی سے آنکھیں بند کرتی مزید اس میں گھسنے لگی۔

MEEM AINN WRITES

داؤد ابھی تک واپس نہیں آیا تھا کورٹ سے۔وہ کمرے میں آکر بیٹھی ہی تھی جب دو منٹ کے بعد دروازہ ناک ہوا۔اس کی اجازت ملتے ہی زونیہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"!!!آجاؤ"

اس نے اپنے پیچھے موجود ملازموں کو اشارہ کیا تو وہ سامان سے لدے پھندے کمرے میں داخل ہوئے۔

زلیخہ حیرت سے سب کو دیکھنے لگی جو ہاتھوں میں پکڑے ڈھیروں بیگز ایک سائیڈ پر رکھتے جا رہے تھے۔

"یہ سب کیا ہے زونیہ؟؟"

جب سب ملازم بیگزر رکھتے کمرے سے نکل گئے تو وہ زونیہ کی طرف آتی پوچھنے لگی جو اسے شرارت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

آپ کے سیاں جی نے آپ کے لئے بھیجا ہے سب۔ بھیا کی کال آئی تھی۔"

یہ سب شاپنگ انہوں نے خود کی ہے آپ کے لئے۔ آپ یہ سب دیکھ لیں پھر میں میڈ کو بھیجتی ہوں وہ سب سیٹ کر دے گی۔ بھیا ڈنر پر جوائن کریں گے ہمیں۔ ویسے بھابھی ایک بات تو بتائیں!!!"

اسے ساری معلومات دیتی وہ آخر میں اس کے مزید قریب جاتی کہنے لگی۔

زلیخہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں پر مچلتی مسکان کچھ اچھا سائن نہیں لگ رہی تھی۔

کون سا جادو کر دیا آپ نے ہمارے کولڈ سے بھیا پر جو وہ دیوانے سے ہو گئے ہیں۔ بھئی ہم سے تو یہ سب ہضم کرنا ہی مشکل ہے۔ آہ اب سمجھی!!! آپ کے حسن کا جادو چل گیا ہو گا۔"

اس کے قریب جھکتی وہ بے طرح بولنے لگی تو اس کی باتیں زلیخہ کا چہرہ لال کر گئیں۔اسے نہ چاہتے ہوئے بھی شرم سی آنے لگی پر پھر ہنسی بھی آئی۔

وہ دونوں بلکل اجنبی تھے اور گھر والے کیا سمجھ رہے تھے۔

ہاہاسو کیوٹ!!! کیا بھیا نے آپ کو بتایا ہے کہ آپ شرماتی ہوئی اور بھی" حسین لگتی ہیں واللہ!!!"۔

وہ اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر اسے چھیڑتی ہوئی بولی تو زلیخہ نے اس کے کندھے پر تھپڑ رسید کیا۔

"!!شرم کرو بد تمیز"

اس کی بات پر زونیہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی تو زلیخہ نفی میں سر ہلاتی بیگز کو ایک ایک کر کے کھول کر بیڈ پر رکھتی سامان دیکھنے لگی۔

کیجوئل کپڑے جن میں پلازو پینٹس ٹرٹل شرٹس اور لونگ کوٹس تھے۔

اسے اب سمجھ آئی کہ وہ صبح کیوں پوچھ رہا تھا کہ وہ کس طرح کے کپڑے

پہنتی ہے۔ کپڑوں پر لگے ٹیگز سے قیمت پڑھتی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

وہ بھی برانڈز کے کپڑے پہنتی تھی پر وہ اس قدر مہنگے بلکل بھی نہیں ہوتے تھے۔

کچھ لانگ فراکس تھیں۔ کھلے کھلے رنگوں کی جو اس کو آنکھوں کو بہت بھائیں۔ نرم ملائم کپڑا چھونے میں بہت بھلا لگ رہا تھا۔ ساتھ میچنگ دوپٹے بھی تھے جو اس نے زندگی میں کبھی نہ لئے تھے۔ فینسی ڈریسز دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن ٹھہر گئی۔ اس نے بھلا کہاں پہنے تھے ایسے ہیوی کپڑے۔ صرف اپنی شادی پر ہی ہیوی لہنگا پہنا تھا جو یقیناً اس کی پسند نہ تھا۔ وہ سر جھٹکتی باقی بیگز کھولنے لگی۔

جوتے، بیگز، پیرفیومز، باڈی واش، فیس واش، شامپو، ہیئر اکسیسریز اور لڑکیوں کی ضرورت کی اشیا جنھیں دیکھ کر اس کا چہرہ سرخ پڑا۔ غرض ہر قسم کی اشیا وہ خرید چکا تھا۔

زلیخہ ایک تفصیلی نگاہ ہر چیز پر ڈالنے لگی۔اس کے ارد گرد ہر جگہ بکھرا وہ قیمتی سامان خریدنے والے کی امارت کا بھرپور ثبوت تھا۔

وہ تو حیران تھی کہ ہر چیز پر فیکٹ اس کے سائز کی کیسے تھی۔

تھوڑی دیر میں ملازمہ آئی اور سب سامان سیٹ کر گئی۔

اس کے جانے کے بعد زلیخہ نے ڈریسنگ کا رخ کیا۔ایک ڈریس نکالا اور فریش ہونے چلی گئی۔

وہ فریش ہو کر واپس آئی تو سردی سے ٹھٹھر رہی ہے تھی۔اس نے سب سے پہلے روم ہیٹر آن کیا پھر بال خشک کرتی گرم گرم بستر میں گھس گئی۔اسے پتا ہی نہ چلا کب نیند کے جھونکے نے آلیا۔

MEEM AINN WRITES

لاؤنج میں وہ تینوں شیطان سر جوڑے بیٹھے تھے۔

مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔یوں اچانک بیٹھے بٹھائے کیسے داؤد بھیا کو"
محبت ہو گئی وہ بھی اس قدر حسین لڑکی سے اور تو اور وہ یوں اچانک شادی کر
"کے انھیں گھر بھی لے آئے۔

اشعر صاحب کے فرمان پر طالب اور زونیہ نے تیزی سے اثبات میں سر
ہلایا۔

مجھے تو پوری کی پوری دال ہی کالی لگ رہی ہے۔تاریخ گواہ ہے جب جب"
ممی نے داؤد بھیا سے شادی کا ذکر کیا ہے انہوں نے ہمیشہ ٹالا ہی ہے پھر یوں
"اچانک نکاح وہ بھی چھپ چھپا کر۔

طالب نے اپنا حصّہ ڈالنا ضروری سمجھا۔

سہی کہہ رہے ہو بھائیو!!!اس راز سے پردہ فاش کرنا ہی پڑے گا۔میرے"
"پاس ایک آئیڈیا ہے۔سنو اب دھیان سے۔

زونیہ جاسوسی فارم میں آتی بولی تو وہ دونوں قریب آتے سر جوڑ گئے۔

زونیہ کی بات سن کر دونوں جھٹکے سے پیچھے ہٹے۔

پاگل ہو مر واؤ گی کیا۔داؤد بھیا کی دو نہیں چار آنکھیں ہیں۔دو آگے اور دو"
"پیچھے۔پکڑے گئے تو پکا مریں گے وہ بھی بھری جوانی میں۔

اشعر تو بدک ہی اٹھا تھا اس کے نادر خیال پر۔

ہیں!!! یہ بڑے بھیا کی آنکھیں دو سے چار کب ہوئیں؟؟اتنی بڑی"
"دھر گھٹنا گھٹ گئی اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔

زونیہ اپنی بات بھولتی آنکھیں پھیلا کر اس سے پوچھنے لگی تو دونوں لڑکوں نے سر پیٹ لیا۔

ارے میری ماں محاورہ بولا ہے۔بھیا کی آنکھیں تو دو ہی تھیں پر انہوں نے"
ہماری نازک حسینہ بھابھی سے آنکھیں چار کب کو کیسے کیں یہ پتا لگانا ہے
"ہمیں۔

اشعر کی بات پر زونیہ سمجھتی سر ہلا گئی پھر ایک دم اس کے الفاظ یاد کرتی اسے گھورنے لگی۔

تم نے مجھے ماں کس خوشی میں کہا۔ہونے والی بھابھی ہوں تمہاری سمجھے۔"

ویسے بھابھی بھی ماں ہی ہوتی ہے پر اللہّ جانتا ہے اس قدر لمبا کھمبا بیٹا مجھے تو

"!!!نہیں قبول

اس کی بات پر اشعر برا ماننے کی بجائے ہنس دیا۔

بھابھی بن ہی نہ جاؤ تم۔بلی کی خواب میں چھیچھڑے!!!آدم بھیا تمہیں"

"دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اور محترمہ چلی ہیں بھابھی بیگم بننے۔

اشعر کی بات پر زونیہ نے اس کے بال پکڑ کر کھینچ ڈالے تو وہ بے چارہ چیخ اٹھا۔

"کیوں مجھے گنجا کرنے پر تلی ہو وہ بھی بھری جوانی میں۔"

وہ اس خونخوار بلی سے اپنے بال چھڑواتا بولا تو ان کی حرکتوں پر طالب سر پیٹ

کر رہ گیا۔

تم دونوں جنگلی آپس میں ہی لڑتے رہو گے یا جس کام کے لئے اکٹھے ہوئے"

"ہیں اس کا بھی کچھ سوچو گے۔

طالب کی یاد دہانی پر وہ دونوں کچھ سنجیدہ ہوئے۔

میرا آئیڈیا ایک دم مست ہے۔کوئی مسلہ نہیں ہوگا تسلی رکھو۔بس اپنا ساز"

"وسامان تیار رکھنا۔

زونیہ دونوں ہاتھ اٹھاتی فیصلہ کن انداز میں بولی تو کچھ تردد کے بعد دونوں مان گئے۔

MEEM AINN WRITES

اس کی آنکھ کمرے میں ہونے والی کھٹ پٹ سے کھلی تھی۔مندی مندی آنکھیں کھول کر اس نے کمرے میں ہونے والی کروائی کا جائزہ لیا تو داؤد ڈریسنگ ٹیبل کا دراز بند کر رہا تھا۔اس کی نظر گھڑی پر پڑی جو آٹھ بجا رہی تھی۔وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ اتنی دیر سوتی رہی وہ۔ داؤد کمال نے پیچھے مڑتے سرسری سے نظر ڈالی تھی اس کے وجود پر جو کمبل ہٹاتی پاؤں بیڈ سے لٹکا کر بیٹھ چکی تھی۔

شربتی آنکھیں نیند کی وجہ سے گلابی پڑ رہی تھیں جب کہ ناک اور گال بھی ہلکے گلابی تھے۔سیدھے بال چہرہ کے دونوں طرف گرے ہوئے تھے۔اسی

کے خریدے گئے ڈریس فیروزی شرٹ اور کریم رنگ کی پلازو پینٹ میں وہ قاتل حسینہ لگ رہی تھی۔

داؤد نے اگلے ہی پل نظریں ہٹالیں۔

"السلام علیکم!!! کیسے ہیں آپ؟؟"

اس کی نرم آواز پر وہ پلٹا جہاں وہ اسی پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام!!! الحمد للہ!!! فریش ہو جائیں ڈنر کے لئے چلتے ہیں پھر۔"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔ جب واپس آئی تو وہ بیڈ پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔

بھورے رنگ کی آرام دہ شلوار قمیض پہنے وہ معمول کے حلیے سے ہٹ کر مگر جاذب نظر لگا زلیخہ کو۔ دائیں ہاتھ میں قیمتی گھڑی پہنے بائیں ہاتھ کی مٹھی کو بند لبوں پر جمائے وہ بری طرح موبائل میں غرق تھا۔

"!!! چلیں"

وہ اس کے قریب آتی بولی تو داؤد چونک کر نظریں موبائل سے ہٹا گیا پھر سر ہلاتا ہوا موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ گیا۔اس نے سرسری سی نظر پورے کمرے پر دوڑائی۔

مجھے آپ سے بات کرنی تھی ایک۔دیکھیں میں جانتی ہوں ہمارا نکاح"

"اچا۔۔۔

اس کے بات مکمل کرنے سے پہلے وہ اسے کلائی سے پکڑ کر کھینچتا اپنے اوپر گرا گیا اور اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر اسے بیڈ پر منتقل کرتا خود اس پر جھکتا اس کی گردن میں منہ چھپا گیا۔

زلیخہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔اسے سمجھ نہ آئی کہ یہ اچانک ہوا کیا ہے۔

شش خاموش رہیں بلکل۔دروازے کی طرف مت دیکھئے گا۔بچے" دروازے پر چھپے کھڑے ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ایک لفظ بھی مت بولیے گا۔"

اس کی سرگوشی پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔اسے سمجھ آگئی وہ بچے کنھیں کہہ رہا تھا۔اس کے بولتے لب حرکت کرتے اس کی گردن سے مس ہوتے اس کی جان ہلکان کر رہے تھے جب کہ داؤد کی گرم سانسیں الگ اس کا امتحان لینے کے درپر تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھ گیا تو اس کی اس قدر قربت اور نزدیکی زلیخہ کی جان لبوں پر لے آئی۔

MEEM AINN WR??TES

ششش خاموش رہیں بلکل۔دروازے کی طرف مت دیکھئے گا۔بچے" دروازے پر چھپے کھڑے ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔ایک لفظ بھی مت بولیے "گا۔

اس کی سرگوشی پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔اسے سمجھ آگئی وہ بچے کنھیں کہہ رہا تھا۔اس کے بولتے لب حرکت کرتے اس کی گردن سے

مس ہوتے اس کی جان ہلکان کر رہے تھے جب کہ داؤد کی گرم سانسیں الگ اس کا امتحان لینے کے درپر تھی۔

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بالوں پر رکھ گیا تو اس کی اس قدر قربت اور نزدیکی زلیخہ کی جان لبوں پر لے آئی۔

اس نے آنکھیں تھوڑی گھما کر دیکھا تو واقعی تھوڑے سے کھلے دروازے سے وہ تینوں بلائیں جھانک رہی تھیں۔

داؤد نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے کروٹ لی اور خود پشت کے پل بیڈ پر لیٹ گیا۔اب زلیخہ اس کے اوپر جھکی تو اس کے بال جھٹکے سے آگے گرتے دونوں کا چہرہ چھپا گئے۔

وہ تینوں جو پھیلی ہوئی آنکھوں سے کمرے کا منظر دیکھ رہے تھے اب کی بار بوکھلا کر گرتے بھاگتے کمرے سے دوڑ لگا گئے تو باہر لان میں جا کر ہی دم لیا۔

زونیہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکی سانسیں ھموار کر رہی تھی جب کہ اشعر اور طالب کمر پر ہاتھ ٹکائے کھڑے تھے۔

"یہ کیا تھا؟؟؟"

زونیہ سیدھی ہوتی دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر ان دونوں کی طرف دیکھتی بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"آنکھوں کی جگہ ٹچ بٹن فٹ ہیں کیا جو پتا نہیں چلا تمہیں کہ کیا ہو رہا تھا۔" اشعر اس کے بال کھینچتا بولا تو زونیہ نے اس کی کمر پر دھپ سے تھپڑ رسید کیا۔

"ہم تو چھپ کر بس اتنا دیکھنا چاہ رہے تھے کہ کیا داؤد بھیا بھابھی کے ساتھ بھی کولڈ مین بن کر رہتے ہیں یا نارمل۔"

طالب کی بات پر دونوں نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"ہاں پر داؤد بھیا تو عمران ہاشمی کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ایسا رومانس تو اس بیچارے سے بھی نہ ہو پائے گا۔"

زونیہ کے بے باک تبصرے پر طالب نے اسے گھوراجب کہ اشعر دانت نکالنے لگا۔

"بھئی بیوی اگر ایسی حسین و جمیل ہو تو تڑکتا بھڑکتا رومانس انسان کے اندر سی نکل ہی آتا ہے۔"

اشعر نے اپنی طرح بے لاگ تبصرہ ہی کیا تھا۔

"ہاں بلکل داؤد بھیا کی لوٹری نکل آئی۔اب وہ شاہ رخ خان بنیں یا عمران ہاشمی ہمیں کیا۔"

طالب کی بات پر اشعر نے کان کھجائے۔

"سچ پوچھو تو بھیا کا بھڑکتا ہوا رومانس دیکھ کر میرا نازک دل ہچکولے لینا شروع ہو چکا ہے۔ایسی میٹھی میٹھی فیلنگز آرہی ہیں۔دل مانگے مور"

اشعر دل پر ہاتھ رکھتا آنکھیں بند کرتا مدہوشی کی ناکام حرکت کرتا بولا تو زونیہ نے اس کی گردن پر کرارا سا تھپڑ مارا۔

"اب بولو کہ دل مانگے مور۔"

اسے مار کر کہتی وہ یہ جا وہ جا جب کہ اشعر گردن سہلاتا اس کی پشت گھور کر رہ گیا۔

"تیرا علاج ہے یہ بیٹا۔ چل آ جا ڈنر کرتے ہیں بہت بھوک لگ رہی۔"

طالب اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اسے اپنے ساتھ لیتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ کی ناک داؤد کی ناک سے ٹچ ہوئی تو وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹنے لگی جب اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتا اسے پیچھے ہٹنے سے باز رکھ گیا۔

"!!!ڈونٹ موو"

اس کے بولتے لبوں نے زلیخہ کے بالائی لب کو چھوا تو وہ تھرا اٹھی۔ آنکھیں زور سے بند کر لیں۔ تیزی سے دھڑکتے دل کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگی۔

"!!!چچ۔۔۔چلے گئے"

دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ہمت کرتی بولی تو بولتے لب پھر سے حرکت میں آئے تھے۔

اس کی بات سن کر وہ یوں ہی اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بیڈ سے اٹھا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے اپنے حصار سے آزاد کر گیا۔

داؤد کی نظریں زلیخہ کے سرخ چہرے پر تھیں جو پلکوں کی جھالڑ گرائے لب دانتوں تلے دبائے کھڑی تھی۔

"ڈنر کے لئے چلیں؟؟"

داؤد کے پوچھنے پر وہ نظریں اٹھائے بغیر سر ہلا گئی۔

"!!!اوپر دیکھیں زلیخہ"

اس کی بھاری آواز پر زلیخہ پلکوں کی جھالڑ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

اسے خود پر غصّہ آ رہا تھا۔اچھی خاصی کونفیڈنٹ لڑکی تھی پر نہ جانے داؤد کے سامنے کیوں کنفیوز ہو جاتی تھی۔

اس نے داؤد کی آنکھوں میں جھانکا تو ہمیشہ کی طرح اس کی آنکھیں بے تاثر تھیں۔زلیخہ کو عجیب لگا۔اس نے داؤد کی آنکھیں ہمیشہ سرد اور بے تاثر ہی دیکھی تھیں۔پر ابھی چند لمحے پہلے وہ دونوں کس قدر قریب تھے۔قربت بھلے دکھاوے کی تھی پر اس قدر نزدیکی سے اس کے تاثرات تو پگھلنے چاہئے تھے پر وہ تھا کہ یوں ہی سرد اور بے تاثر۔

"زلیخہ؟؟"

داؤد کی آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"جی!!"اس نے خود کو ملامت کرتے سوچوں کی دنیا سے باہر قدم رکھا۔"آپ کو یوں پزل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔بیوی ہیں آپ میری۔اللہ" نے محرم بنایا ہے ہمیں۔ایزی رہیں آپ۔اب چلیں؟"

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی تو داؤد اس کا سرد ہاتھ اپنے تپش زدہ ہاتھ میں تھامے کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ دونوں ڈائینگ حال میں داخل ہوئے تو سب پہلے سے وہیں موجود تھے۔ انہیں آتا دیکھ کر فارا کمال کا ہنستا مسکراتا چہرہ تن گیا پر بغیر کچھ بولے وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگیں۔

"!!یو آر لوکنگ سو مچ پریٹی بھابھی"

زونیہ اسے دیکھ کر ستائش بھرے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دی۔ان نے پلازو پینٹ اور شرٹ کے اوپر لونگ کوٹ پہن رکھا تھا۔بال آدھے بندھے ہوئے تھے باقی پشت پر بکھرے تھے۔

اشعر اور طالب کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔داؤد نے ان دونوں پر نظر ڈالتے ابرو اچکائے جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا مسلہ ہے تو دونوں گڑبڑا کر تیزی سے اپنا سر پلیٹ پر جھکا گئے۔داؤد سر جھٹک کر زلیخہ کی پلیٹ میں کھانا ڈالنے لگا۔

MEEM AINN WRITES

اس کی آنکھ کھلی تو کمرے میں گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔اپنے پیٹ پر وزن محسوس کرتی وہ چھو کر دیکھنے لگی تو باسط کا ہاتھ اس کے پیٹ پر دھرا تھا۔اس نے کسمسا کر دور ہونا چاہا تو وہ اس کے پیٹ پر دھرے ہاتھ سے اسے مزید اپنی طرف کھینچتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔اس کی پشت باسط کے سینے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

ایمان نے ذرا سا چہرہ موڑ کر دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔اس کے چہرے سے چھلکتی معصومیت دیکھ کر ایمان کا دل بے ساختہ دھڑکا۔اس کا دل کیا کہ وہ اس کے چہرے کے خوب صورت نقوش اپنے ہاتھوں سے چھوئے پر اس کے نیند سے جاگ جانے کا خدشہ تھا تبھی دل کی خواہش پر بند باندھ گئی۔ چہرہ موڑنے سے اس کی گرم بھاری سانسیں ایمان کے گالوں کو چھونے لگیں تو وہ وہ رخ موڑ گئی۔

اس کا ہاتھ پکڑ کر احتیاط سے ہٹایا اور بیڈ سے اٹھ گئی۔

گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے تین بج رہے تھے۔اسے سخت افسوس ہوا کہ پتا نہیں کب سو گئی اور عشاک نماز مس ہو گئی۔

بستر سے نکل گئی باتھروم کی طرف بڑھ گئی۔فریش ہو کر باسط کی چادر اوڑھی اور کمرے میں ایک طرف جائے نماز بچھا کر تہجد ادا کرنے لگی۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ آنکھیں بند کیے پورے خشوع و خضوع سے دعا مانگنے میں مصروف تھی جب ایک دم اپنی گود میں وزن محسوس ہوا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو توقع کے عین مطابق باسط درانی اس کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔سرمئی آنکھیں کچی نیند سے اٹھنے کی وجہ سے سرخ ڈوروں سے سجی ہوئی تھیں۔وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے یک ٹک اسے دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ایمان کا دھیان بھٹکنے لگا تو وہ پھر سے آنکھیں بند کرتی دعا مکمل کرنے لگی۔

دعا مانگ کر اس نے ہاتھ چہرے پر پھیرا تو باسط نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ایک ہاتھ پکڑ کر بالوں میں رکھا اور دوسرا لبوں سے لگا گیا۔

سکون چاہئے مجھے!!!"۔"

باسط اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتا بولا تو وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دیتی دھیرے دھیرے اس کے بال سہلانے لگی۔ باسط پر سکون ہوتا آنکھیں بند کر گیا۔ایمان کا دوسرا ہاتھ ہنوز اس کے لبوں سے لگا ہوا تھا۔

آپ جانتی ہیں بہت بری ہیں آپ۔ ظالم اور حد درجہ کٹھور!!!"۔"

اس کی آواز میں صدیوں کی مسافت اور تکلیف تھی۔ایمان کی پلکیں بھیگنے لگیں۔لب کچھ کہنے کو بری طرح پھڑ پھڑائے پر وہ دانتوں تلے دباتی چپ چاپ اس کے بال سہلاتی رہی۔

"اب کبھی محبت نہیں کروں گا آپ سے۔ظالم سے محبت رول دیتی ہے۔"

اس کی بات پر ایمان سسکی روکنے کی کوشش میں بے حال ہونے لگی۔پر وہ آنکھیں بند کیے پڑا بار بار اس کے ہاتھ کو لبوں سے چھوتا جا رہا تھا۔پھر کچھ دیر

کے بعد ایمان کے ہاتھ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور سانسیں بھاری ہو گئیں۔

ایمان نے جھک کر اسے دیکھا تو وہ گہری نیند میں جا چکا تھا۔ بہت ہمت جتا کر اس کے چہرے پر جھکتی وہ دل کی پکار پر لبیک کہتی اپنے کپکپاتے لب اس کی چوڑی پیشانی پر رکھ گئی۔

پھر پیچھے ہٹ کر اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے جوڑے آنکھیں بند کر گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اس نے بہت برا کیا تھا پر تب وہ مجبور تھی پر اسے یقین تھا کہ وہ اسے منا لے گی۔

MEEM AINN WRITES

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو وہ مصیبت اس سے پہلے ہی اس کے کمرے میں نازل ہو چکی تھی اور اب پیر پسارے اس کے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

وہ آنکھیں بند کر کے گہری سانس بھرتا خود کو نارمل کرنے لگا ورنہ غصّہ تو اتنا آ رہا تھا کہ حد نہیں۔

مجھے دیکھ کر یوں ٹھنڈی آہیں مت بھریں۔یقین کریں آپ کی ہی"

"!!!ہوں۔وہ بھی پوری کی پوری

شرارت سے کہتی وہ اس کی طرف دیکھتی آنکھ کا کونہ دبا گئی تو آدم کمال کا پارہ ہائی ہوا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟؟"

وہ دانت کچکچاتا بولا تو وو بیڈ سے اٹھتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"!!صرف آپ کو"

بے باکی سے کہتی زہر ہی لگ رہی تھی آدم کمال کو۔

دل چاہتا ہے تھپڑ مار کر تمہاری عقل ٹھکانے لگاؤں پھر سوچتا ہوں کہ "

"سدھرنے والی شے نہیں ہو تم۔

اس کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تو لگائیں نا! ! آخر کسی بہانے آپ کا لمس تو عطاء ہو گا اس ناچیز کو۔"

بے باکی میں زونیہ کا ثانی کون تھا بھلا۔ آدم نے سخت نظر اس پر ڈالی پھر بیڈ کی طرف بڑھا۔

فکر نہ کرو۔ جو تمہاری حرکتیں ہیں نا مجھے پورا یقین ہے کہ میرے ہاتھوں"

"ہی زبح ہو گی تم۔

اس کی بات پر وہ پھر سے کھلکھکا دی تو آدم کو کوفت ہوئی۔ اس قدر کون ھنستا ہے بھلا۔

"کیا کر رہی ہو اس وقت یہاں؟؟ نکلو میرے کمرے سے۔"

وہ سخت لہجے میں اسے دیکھتا بولا تو زونیہ ناک سے مکھی اڑا گئی۔

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دماغ کو بھی زنگ لگتا جا رہا ہے اس لئے"

"جناب بھول گئے کہ مجھے پڑھاتے ہیں آپ۔

اس کی بات پر آدم پیشانی مسل کر رہ گیا۔

شام میں پڑھاتا ہوں اگر یاد ہو تو۔آفس کام زیادہ تھا آج تو لیٹ ہو گیا۔کل"
"پڑھیں گے اب۔

وہ اپنا تکیہ سہی کرتا بولا تو وہ اس کی طرف آئی۔

"لیٹ ہو گئے تو کیا ہوا اب پڑھ لیتے ہیں۔"

مزے سے کہتی وہ بیڈ پر بیٹھنے لگی جب وہ اسے بازو سے پکڑتا پیچھے کر گیا۔

سمجھ نہیں آ رہی تمہیں۔چھوٹی بچی ہو کیا؟؟آدھی رات ایک نامحرم کے"
ساتھ بند کمرے میں اکیلے بیٹھو گی۔عقل گھاس چرنے گئی ہے۔چلو اب کل
"پڑھنا۔

کہنے کی ساتھ وہ اسے یوں ہی بازو سے پکڑے کمرے سے باہر نکال کر اس کے منہ پر دروازہ بند کر گیا تو زونیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"سمجھتے کیا ہیں خود کو۔دیکھ لوں گی میں بھی۔"

خود سے بڑبڑاتی وہ غصّے سے پیر اس کے دروازے پر مار کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کالج سے واپس آرہی ہے تھی جب اسے گلی کے باہر پھر سے وہی لڑکا گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا نظر آیا۔ہاتھ میں موبائل پکڑے وہ بظاہر آنکھوں پر جمی کالی عینک میں چھپی آنکھیں موبائل پر ٹکا کر کھڑا تھا پر ایمان جانتی تھی کہ اس لڑکے کی نگاہیں اس پر ہی جمی ہیں۔

وہ گھبراتی اپنے چہرے پر آئے پسینے کو ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے صاف کرنے لگی۔دھیان کے سارے دھاگے ایک طرف کھڑے لڑکے سے جڑے تھے جو روز اسے یہیں کھڑا ملتا تھا۔

تبھی بے دھیانی میں اس کا پاؤں راستے میں پڑے پتھر سے ٹکرایا تھا اور وہ منہ کے بل سڑک پر گری۔ سر زمین پر لگتے ہی ایک چیخ اس کے حلق سے برامد ہوئی تھی۔

وہ جو اس پر ہی آنکھیں جمائے کھڑا تھا تیر کی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

سب سے پہلے جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تو وہ بدک کر پیچھے ہوتی اپنا بازو چھڑوا گئی۔

باسط نے گہری نظروں سے اس کا خوف سے سفید پڑتا چہرہ دیکھا پھر اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کے آگے کر گیا۔

"مٹی لگی ہے آپ کے چہرے پر۔ صاف کر لیں۔"

وہ عینک اتار کے جیب میں رکھتا رومال اس کے سامنے کرتا بولا تو وہ جھجک کر تھام گئی۔ کالی آنکھیں تکلیف کے احساس سے نم پڑ چکی تھیں۔

اس کا چہرہ کافی زور سے زمین پر لگا تھا۔ ماتھے پر آبلا بن گیا جب کہ ناک اور گال بھی رگڑ کھانے سے سرخ ہو رہا تھا۔ گھٹنے الگ دکھ رہے تھے۔

باسط نے جھک کر سڑک پر گری اس کی فائل اٹھائی تو پہلے ہی صفحے پر خوب صورت لکھائی میں "ایمان احمد" لکھا تھا۔

اس نے زیر لب اس کا نام دہرایا اور مسکرا دیا پر نظریں جیسے ہی اس کی نم آنکھوں سے ٹکرائی تو اس کا چہرہ پل بھر میں سنجیدہ ہوا۔

"دکھائیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھاتا اس کے ماتھے کو چھونے لگا جب وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی۔ باسط نے تعجب سے اس کی حرکت کو دیکھا۔

"!!!مم۔۔۔میں ٹھیک ہوں"

اپنا خراب ہوا حجاب سہی کرتی وہ نظریں جھکا کر بولی محض ایک پل کو باسط کی نگاہیں اس کی کالی گھٹاؤں سی زلفوں سے الجھی تھیں تھیں۔اگلے ہی پل وہ انہیں حجاب سے ڈھک چکی تھی۔

"گھر کہاں ہے آپ کا لٹل گرل؟آپ کو چوٹ لگی ہے آئیں میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

وہ نرمی سے بولا تو وہ لب دانتوں میں دبائے جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"میں چلی جاؤں گی خود بھائی۔"

وہ فائل اس کے ہاتھ سے لیتی نظریں جھکا کر بولی تو اس کے بھائی کہنے پر باسط کو یوں محسوس ہوا جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

کیا آپ نہیں جانتی کہ اچھی لڑکیاں یوں ہی رہ چلتے کسی کو بھی بھائی نہیں بنا"
"لیتی۔

فائل اس کے ہاتھ میں دیتا وہ کچھ بگڑے انداز میں بولا تھا۔

تو کیا آپ یوں ہی اچھے لڑکے بن کر راستے میں کھڑے ہر مشکل میں پڑنے "
"والی لڑکی کی مدد کرتے ہیں؟

اس کے سوال پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا پھر نفی میں سر ہلاتا کچھ سوچ کر متبسم ہوا۔

"!!ہر لڑکی کی نہیں۔ صرف اپنی لڑکی کی"

وہ اپنی لڑکی پر زور دیتا بولا تو ایمان گڑبڑا اٹھی پھر بغیر ایک لفظ بھی بولے وہاں سے بھاگنے کے انداز میں نکلی تو باسط سر جھکاتا ہنس دیا۔

"!!مائے سلی لٹل گرل"

خود سے سرگوشی میں بولتا وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے روز کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں بیٹھنے لگے جب فارا کمال بول اٹھی۔

"داؤد اپنی بیوی کو لے کر میرے کمرے میں آؤ کچھ بات کرنی ہے۔"

رعب سے کہتی وہ اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"جی بہتر ممی۔"

داؤد ان کے آگے ادب سے سر جھکاتا ان کے جانے کے بعد زلیخہ کی طرف مڑا جو آنکھوں میں سوال لئے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

داؤد نے اپنا ہاتھ اس کے آگے بڑھایا تو وہ اگلے ہی لمحے اپنا نازک ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے گئی تو داؤد اسے ساتھ لیتا فارا کمال کے کمرے کی طرف بڑھا جب کہ ان کے جانے کے بعد وہ تینوں شیطان داؤد کی حرکت پر کھسر

پھسر کرنے لگے۔انہیں یوں سر جوڑ کر بے لاگ گفتگو کرتے دیکھ آدم نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو فار اکمال بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ان کے اشارے پر وہ دونوں سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"بات کرنی ہے ایک داؤد۔امید ہے تمہیں یا تمہاری بیوی کو ناگوار نہیں گزرے گی۔"

ان کی بات پر داؤد اٹھ کر ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں ممی آپ۔پلیز مجھے اس طرح شرمندہ مت کریں۔"

ان کے سامنے پاؤں کے بل بیٹھتا وہ ان کی گود میں رکھے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر چومتا اپنی آنکھوں سے لگا گیا تو فار اکمال مسکرا دیں۔

ان کی مسکراہٹ بہت عجیب لگی زلیخہ کو۔اسے فارا کمال پر رشک آتا تھا۔اس نے اپنی زندگی میں کسی بیٹے کی اپنی ماں سے اس قدر محبت اور فرماں برداری نہیں دیکھی تھی۔

دیکھو داؤد تم نے اپنی مرضی کی لڑکی سے رات ورات اس لڑکی سے نکاح" کر لیا پھر اسے گھر بھی لے آئے۔میں خاموش رہی۔تمہاری رضا میں راضی "ہو گئی۔

ان کی بات پر زلیخہ کو شرمندگی نے آگھیرا۔

"!!جی ممی"

وہ بولا بھی تو صرف یہ دو لفظ۔

"پر میں چاہتی ہوں تم لوگ ابھی اپنی فیملی بنانے کے متعلق مت سوچو۔" ان کی بات پر وہ دونوں ناسمجھی سے انہیں دیکھنے لگے تو انھیں کوفت ہوئی۔

دیکھو میرا مطلب ہے کہ ابھی بچے پیدا کرنے کے چکر میں مت پڑ جانا تم" لوگ۔ نئی نئی شادی ہوئی ہے تم لوگوں کی ابھی اپنی لائف انجوئے کرو۔ کم از "کم چار پانچ سال تو سوچنا بھی مت اس متعلق۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔

ان کی بات پر ناگواری کی ایک شدید لہر زلیخہ کے تن بدن میں دوڑ گئی۔ بیشک اس کے اور داؤد کے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں تھا نہ ہی دور دور تک نظر آ رہا رہا پر فارا کمال کی بات اسے بہت ناگوار گزری تھی۔

"!!!جی بہتر ممی"

داؤد کے یہ دو الفاظ اسے زہر سے بھی برے لگے تھے جب کہ فارا مسکرا دی۔

ہاں بھئی ساری عمر پڑی ہے ابھی بچے پیدا کرنے کو۔ایک دوسرے کو سمجھ" لو پہلے۔ بلکہ ایسا کرنا کل زلیخہ تم ریڈی رہنا میرے جاننے والی بہت اچھی ڈاکٹر ہیں ان سے اپائنٹمنٹ لے لوں گی تمھارے لئے میں۔ رسک نہیں لینا "چاہیئے۔

ان کی باتوں پر زلیخہ کا پارہ ہائی ہوتا جارہا تھا جب کہ داؤد ماں کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"پر ممی مجھے تو بچے بہت پسند ہیں اور داؤد کو بھی۔ہیں نا داؤد؟؟"

اس کی بات پر داؤد کی آنکھیں پھیلیں۔اس نے جھٹکے سے سر موڑ کر اسے دیکھا جو ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا رہی تھی۔

"!!! ممی کو بتائیں نا داؤد"

وہ اترا کر لاڈ سے بولی تو داؤد با مشکل اثبات میں سر ہلا پایا۔

"!!! جی"

الفاظ جیسے حلق سے پھنس کر نکلے تھے۔اس کی شکل دیکھتے زلیخہ کو بے ساختہ ہنسی آنے لگی جسے وہ بہت مشکل سے چھپا پائی تھی۔

"پر میں تم لوگوں کے بھلے کے لئے ہی کہہ رہی ہوں۔"

فارا کمال نے اپنی ناگواری چھپانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی تھی۔ان کے چہرے پر ناگوار تاثرات چھائے ہوئے تھے جیسے انھیں اس کی بات پسند نہ آئی ہو۔

آپ بے فکر رہیں ممی۔ظاہر ہے آپ جو بھی بات کریں گی ہمارے بھلے " "کے لئے ہی ہو گی۔

وہ ان کا ہاتھ سہلاتا بولا تو وہ لب بھینچ کر سر ہلا گئی۔

"دھیان رکھنا میری بات کا۔مجھے آرام کرنا ہے اب۔"

ان کے بولنے پر داؤد ان کا ہاتھ چومتا وہاں سے اٹھا اور زلیخہ کو اشارہ کیا تو وہ بھی اس کی پیروی میں وہاں سے نکل آئی۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اپنا نائٹ ڈریس لیتی چینج کرنے چلی گئی تو وہ بھی ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

چینج کر کے وہ واپس کمرے میں آئی تو داؤد پہلے سے چینج کیے بیڈ پر نیم دراز تھا پر اس کے ہاتھوں کو دیکھتے زلیخہ کی آنکھیں پھیلیں۔اگلے ہی پل وہ پر جوش ہوتی تیزی سے اس کی سائیڈ پر گئی اور بلکل اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"آپ سگریٹ پیتے ہیں؟؟"

وہ جس طرح پر جوش ہو کر پوچھ رہی تھی داؤد سمجھ نہ سکا کہ اسے اس قدر خوشی کس بات کی ہو رہی تھی۔

"جی۔سگریٹ کا دھواں میری سانسوں میں رچا ہوا ہے۔"

وہ نظریں اس کے دلکش وجود سے پھیرتا بولا تو وہ مزید اس کے قریب کھسکی۔

"کیا میں بھی یہ پی سکتی ہوں پلیز؟؟"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد کی آنکھیں پھیل گئیں۔

MEEM AINN WRITES

"آپ سگریٹ پیتے ہیں؟؟"

وہ جس طرح پرجوش ہو کر پوچھ رہی تھی داؤد سمجھ نہ سکا کہ اسے اس قدر خوشی کس بات کی ہو رہی تھی۔

"جی۔ سگریٹ کا دھواں میری سانسوں میں رچا ہوا ہے۔"

وہ نظریں اس کے دلکش وجود سے پھیر تا بولا تو وہ مزید اس کے قریب کھسکی۔

"کیا میں بھی یہ پی سکتی ہوں پلیز؟؟"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"!!نہیں بلکل بھی نہیں"

اس کے صاف جواب پر زلیخہ کا منہ بن گیا۔

"اوہ تو آپ بھی ان مردوں میں سے ہیں جو خود تو سگریٹ شوق سے پیتے ہیں
"لیکن یہی کام اگر ان کی عورت کرنا چاہے تو ان کو کردار یاد آجاتا ہے۔

وہ آنکھیں گھماتی بولی تو داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔

"میں یہ بات اچھے سے جانتا اور مانتا ہوں کہ سگریٹ پینے کی وجہ سے مرد کی
طرح عورت کے بھی پھیپھڑے ہی خراب ہوتے ہیں کردار نہیں! سگریٹ
"کا ایک ٹکرا عورت کے کردار کو بیان نہیں کر سکتا۔

اس کی بات پر زلیخہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔اسے داؤد سے اس طرح کے
کسی جواب کی توقع بلکل بھی نہیں تھی۔اگلے ہی لمحے اس کے نازک ہونٹوں

پر خوب صورت مسکان پھیل گئی جب داؤد نے ہاتھ میں پکڑا سگریٹ اس کی جانب بڑھایا۔

وہ پر جوش ہوتی سگریٹ پکڑ کر لبوں کے درمیان دباتی اس کا دھواں اندر کھینچنے لگی۔

اب کی بار حیراں ہونے کی باری داؤد کی تھی۔اس کو لگا کہ پہلا کش لگاتے ہی وہ کھانستی ہوئی اسے پھینک دے گی پر وہ بہت مزے سے کش پر کش لگاتی جا رہی تھی جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ عمل پہلی دفعہ نہیں کیا گیا۔

"آپ نے پہلے بھی یہ ٹرائے کیا ہوا ہے؟؟"

داؤد کے سوال پر وہ سگریٹ ہونٹوں سے الگ کرتی اس کی طرف بڑھا گئی جو تھوڑا سا ہی بچا تھا۔

"!!!جی کافی مرتبہ۔پر عادی نہیں ہوں بس کبھی کبھار شوق میں"

وہ اب کی دفعہ تھوڑی نروس ہوتی بولی تھی۔جوش میں آتی داؤد کے سامنے یہ کارنامہ تو سرانجام دے چکی تھی پر اب شرم بھی محسوس ہو رہی تھی کچھ کچھ۔

"اور کس سے چرایا یہ شوق؟؟"

وہ تو شاید پوری تفتیش کے موڈ میں تھا۔

"ایک دوست سے۔"

اس کے جواب پر وہ سر ہلا گیا۔

لیکن میں آپ کو یہی کہوں گا کہ اس کی عادی مت بنئیے گا۔آپ کی صحت "
"بہت متاثر ہو گی۔

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی اپنی سائیڈ پر آ کر لیٹ گئی تو داؤد لیپ ٹاپ آن کرتا اپنا کام کرنے لگا۔سائیڈ لیمپ بھی وہ اس کی نیند کے خیال سے بجھا چکا تھا۔

وہ کافی دیر سے اس کے چہرے پر نظریں جما کر لیٹی تھی۔نیند تھی کہ آج نہ آنے کی قسم کھا چکی تھی۔اسے اکتاہٹ ہونے لگی۔

"!!!سنیں"

تنگ آتی وہ بالآخر داؤد کو پکار بیٹھی۔

جی بولیے!!"۔"

وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالتا بولا تو اس کی بھاری دلکش آواز پر زلیخہ کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔اسے اعتراف کرنا پڑا کہ داؤد کمال کی آواز بہت دلکش تھی۔

"مجھے نیند نہیں آرہی مجھ سے باتیں کریں پلیز۔"

اس کی ملتجی آواز پر داؤد نے چہرہ موڑ کر بھرپور نگاہ اس پر ڈالی جو اسی کی طرف کروٹ لئے دونوں ہاتھ گال کے نیچے رکھے بچوں کی سی معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

گہری سانس بھرتا وہ لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھتا سائیڈ لیمپ آن کر گیا۔

"کیا باتیں کرنی ہیں آپ کو۔"

نیم دراز ہوتا وہ رخ اس کی طرف موڑ کر پوچھنے لگا تو زلیخہ کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ چمک اٹھی۔پر جوش ہوتی ایک دم اٹھ بیٹھی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

ہم ایک گیم کھیلتے ہیں جس میں ہم باری باری ایک دوسرے سے سوال"
"پوچھیں گے اوکے؟؟

اپنا ارادہ بتاتی وہ آخر میں اس سے سوال کر گئی تو وہ محض سر ہلا گیا۔

"اوکے تو پہلی باری میری۔میرا سوال یہ ہے کہ کیا کبھی کسی لڑکی کو آپ سے محبت ہوئی ہے؟"

اپنا سوال پوچھ کر وہ بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جیسے اس کے تاثرات جانچ رہی ہو۔

"اگر میرے سٹیٹس کی بات کی جائے تو ہاں!!بہت سی لڑکیوں کو میرے سٹیٹس سے محبت ہوئی ہے۔اگر میری بات کی جائے تو نہیں!!!ایک کالے مرد سے کبھی کسی کو محبت نہیں ہو سکتی۔"

اس کے جواب پر زلیخہ کا چہرہ ایک دم اتر سا گیا جسے داؤد نے بخوبی محسوس کیا تھا۔

ایسے تومت کہیں۔آپ کالے کب ہیں ہلکے سے سانولے ہیں بس۔اور"
یقین کریں مرد ہمیشہ سانولا ہی پیارا لگتا ہے۔سفید لڑکوں سے تو خسروں والی وائبز آتی ہیں اور اپ کے نقوش اتنے پیارے اور اٹریکٹو ہیں اسپیشلے آپ کی "آواز سحر انگیز ہے۔

داؤد کمال حیرت بھری نظروں سے سامنے بیٹھی اپنی نئی نویلی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو اس کی تعریفوں میں رطب اللسان ہو چکی تھی۔

وہ نفی میں سر ہلا گیا۔یہ لڑکی ہر دفعہ اسے نئے سرے سے حیران کر دیتی تھی۔گذرتے وقت کے ساتھ وہ اس پر پرت در پرت کھلتی جا رہی تھی۔وہ اسے پہلی ملاقات میں بہت سنجیدہ اور کمزور سی لڑکی سمجھا تھا جو خاموش طبعیت سی لگتی تھی پر در حقیقت وہ ایک چلبلی، بااعتماد اور باتونی لڑکی تھی۔ زندگی سے بھرپور۔

پر وہ یہ بھی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ اس کی تعریفیں محض اسے خوش کرنے کو کر رہی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ وہی اس کا آخری سہارا ہے۔زلیخہ کے متعلق یہ داؤد کمال کی سوچ تھی۔

"اچھا اب آپ کی باری آپ مجھ سے سوال پوچھیں۔"

اس کی بات پر داؤد سوچ میں پڑ گیا۔ بھلا وہ کیا سوال کرے اس سے۔

"آپ کی تعلیم کتنی ہے؟"

اس کے سوال پر زلیخہ منہ بنا گئی۔ منہ بنانا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا شاید۔

"اس قدر بورنگ سوال!! خیر میں نے باٹنی میں بی ایس کیا ہوا ہے۔"

داؤد کو پھر سے حیرت ہوئی۔اس لڑکی کے مطابق اس کا ہر اندازہ غلط ثابت ہوتا جارہا تھا۔وہ تو اسے کالج گرل لگتی تھی۔چھوٹی سی نازک سی پر وہ تو گریجویٹ نکلی۔

"پھر تو آپ کو اپنی اسٹڈیز کا نٹینیو کرنی چاہئے آپ تو۔۔۔"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ گئی۔

داؤد نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر اس کے نازک ہاتھ کو دیکھا جو اس کے لبوں پر جما ہوا تھا۔وہ واپس نظریں اس کے چہرے پر جما گیا تو وہ اپنا ہاتھ ہٹا گئی۔

"!!!اتنی بورنگ باتیں کرنے کا نہیں کہا تھا میں نے بھئی"

اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹاتی وہ اپنے بال درست کرنے لگی۔

اوکے نہیں کرتا بورنگ سوال اب۔یہ بتائیں کیا واقعی آپ کو بچے بہت" پسند ہیں؟

اس کے سوال پر یک لخت زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔اسے امید نہیں تھی بلکل بھی کہ وہ اس سے یہ سوال کرے گا۔اس کا دل کیا اپنا سر دیوار میں دے مارے۔بھلا کیا ضرورت تھی فارا کمال کے سامنے اتنی لمبی چھوڑنے کی۔

ہ۔۔ہاں بلکل بچے کس کو نہیں اچھے لگتے سب کو ہی لگتے ہیں اچھے۔وہ ہوتے" ہی اچھے ہیں نا چھوٹے سے کیوٹ سے۔

گڑبڑا کر کہتی وہ زبردستی چہرے پر مسکان سجا گئی ورنہ شرمندگی کے مارے رونے کا جی چاہ رہا تھا اوپر سے داؤد کی گہری نظریں۔

جانے اس کے من میں کیا سمائی کہ اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچتا وہ اسے اپنے اوپر گرا چکا تھا۔

اس کی بے ساختہ حرکت پر زلیخہ کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھل چکی تھیں۔

تکیے پر سر رکھتا وہ اس کا سر اپنے سینے پر رکھے دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد" لپیٹ چکا تھا۔

"سو جائیں بہت باتیں ہو گئیں۔ گڈ نائٹ۔"

اپنے ہاتھ سے اس کی آنکھیں بند کرتا وہ اس کی پیشانی پر اپنا پہلا لمس چھوڑتا بولا تو زلیخہ کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ دوبارہ آنکھیں کھول سکے۔

اس کی شرٹ مٹھی میں دبوچے وہ آنکھیں بند کیے پڑی رہی یہاں تک کہ اسے نیند کے جھونکے نے آلیا۔

داؤد بھی آنکھوں پر بازو رکھتا سونے کی کوشش کرنے لگا۔

Zubi Novels Zone

MEEM AINN WRITES

زلیخہ سیٹھ اکرام کی اکلوتی اولاد تھی۔اس کی ماں یاسمین کا انتقال اس کی پیدائش پر ہو گیا۔ سیٹھ اکرام نے زلیخہ یاسمین کی ماں کے حوالے کر دی اور اس کا خرچ خود اٹھالیا۔زلیخہ نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی نانی عشرت

جہاں کو ہی اپنے پاس پایا۔اسے اس کے باپ نے ہر طرح کی سہولت مھیا کی تھی۔وہ سال کے تین ماہ جرمنی اپنے باپ کے پاس گزارتی تھی کیوں کہ ان کا بزنس جرمنی تھا۔وہاں وہ دوسری شادی کر چکے تھے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی ان کی دوسری بیوی سے۔

ان کی دوسری بیوی اور بچے سب بہت اچھے تھے زلیخہ سے بہت محبت کرتے تھے پر عشرت جہاں اس کے دماغ میں ایسا خناس بھر چکی تھی ان لوگوں کے خلاف کہ اسے کبھی ان کی اچھائیاں نظر ہی نہ آئیں۔

اس کی یونیورسٹی ختم ہو چکی تھی۔ایک دن شام کے وقت یوں ہی عشرت جہاں اس کے کمرے میں آئی۔

سنو زلیخہ کل گھر پر رہنا اور اچھے سے تیار ہو جانا لنچ پر کچھ مہمان آ رہے ہے"
"ہیں۔

وہ اس کے سامنے کھڑی ہوتی بولی تو زلیخہ نے موبائل رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔

خیریت نانو!! ویسے بھی آپ کے مہمانوں سے میرا کیا تعلق۔ میں بور ہو"
"جاتی ہوں۔

وہ منہ بسور کر بولی تو عشرت نے ایک کٹیلی نظر اس پر ڈالی۔

Zubi Novels Zone

تعلق تم سے ہی ہے۔رحمان صاحب آرہے ہیں تمہارے رشتے کے "
لئے۔پسند آگئی ہو تم انھیں۔میں بات پکی کر چکی ہوں کل آکر انگوٹھی پہنا
"جائیں گے تمہیں۔

اس کی بات پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"مجھے نہیں کرنی رحمان انکل کے بیٹے سے شادی۔عجیب سنکی آدمی ہے وہ۔"

اس کا چہرہ غصّے سے سرخ پڑ گیا رحمان انکل کے سائکو بیٹے کا سوچتے۔

"وہ اپنے بیٹے کا نہیں اپنا رشتہ لا رہے ہیں۔"

اپنی نانی کی بات پر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔نانی کی دماغی حالت پر سخت شبہ ہوا۔

"آپ ہوش میں تو ہیں۔کیا کہہ رہی ہیں آپ۔اس ساٹھ سالہ بڈھے سے شادی کریں گی میری آپ۔کوئی گائے بکری سمجھ رکھا ہے کیا مجھے۔"

وہ بپھرتی بولی تو عشرت جہاں نے اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا۔وہ پیچھے بیڈ پر جا گری۔

"شادی تو تمہارے اچھے بھی کریں گے۔بات کرتی ہوں رحمان صاحب سے کہ منگنی نہیں نکاح ہو گا وہ بھی کل۔"

اس کے سر پر دھماکا کرتی وہ بیڈ پر پڑا اس کا موبائل اور لیپ ٹاپ پکڑ کر کمرے سے نکل گئی۔

ہوش تو اسے تب آیا جب کمرے کا دروازہ لاک ہونے کی آواز سنی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگی اور زوردار طریقے سے دروازہ کھٹکھٹانے لگی پر نہ کسی نے آنا تھا اور نہ ہی کوئی آیا۔

وہ ساری رات بھوکی پیاسی دروازے کے ساتھ بیٹھی روتی رہی۔

اگلے دن شام چار بجے دروازہ کھلا تھا۔

یہ نکاح کا جوڑا ہے۔ پہن کر تیار ہو جاؤ رات نکاح ہے اور یاد رکھو اگر کوئی"
ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی یا وقت پر تیار نہ ہوئی تو نکاح کے بغیر ہی اس
"کا ساتھ چلتا کر دوں گی۔

کرخت آواز میں کہتی وہ جس انداز میں آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔

رات ملازمہ اسے لینے آئی تو وہ تیار ہوئے بغیر ہی بیٹھی تھی۔

بیبی جی آپ تیار نہیں ہوئی اب تک۔ بڑی بیگم بہت غصہ کریں گی مہمان آ"
"گئے ہیں اور آپ کو بلایا جا رہا ہے۔

وہ ابھی کچھ اور بولتی کہ عشرت جہاں دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی
دھمکی یاد آتے ہی زلیخہ اپنا لباس پکڑتی باتھروم میں گھس گئی۔ خوب رو لینے

کے بعد وہ کمرے میں واپس آئی تو اسے دیکھتے عشرت جہاں ٹھٹھک سی گئی۔ وہ اس سرخ جوڑے میں لگ ہی اتنی حسین رہی تھی۔

اس کا سوگوار حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔

"پانچ منٹ ہیں یہ گھنے پہن کر تیار ہو جا۔"

عشرت جہاں بیڈ پر پڑے زیورات کی طرف اشارہ کرتی بولی۔

"نانی آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔"

کرب سے پوچھتی وہ پھر سے رو پڑی۔

دس کروڑ دے رہا ہے رحمان تیرے بدلے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے "
مجھے۔ تیرے باپ کو بول دوں گی کہ میرے منہ کالا کر کے بھاگ گئی تو۔
"جلدی سے تیار ہو اب ورنہ نکاح کے بغیر ہی چلتا کروں گی۔

اس کی بات پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی پھر کچھ سوچ کر زیورات پہن کر ہلکا پھلکا تیار ہو گئی۔

عشرت نے تنقیدی نظروں سے اسے دیکھا پھر مطمئن ہو گئی۔

"سکینہ پورے دس منٹ کے بعد اس کو ڈرائنگ روم میں لے آنا۔"
ملازمہ سے کہتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

"سکینہ دل بہت گھبرا رہا ہی ایک گلاس لیموں پانی لا دو پلیز۔"

وہ سکینہ سے بولی تو وہ جی بی بی جی کہتی کمرے سے نکل گئی۔اس کے جانے کے بعد زلیخہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھی۔اپنے بیگ سے کچھ پیسے نکالے اور لان میں کھلنے والی کھڑکی کھولی۔بھاری لباس تھامے لان میں نکل گئی۔یہاں وہاں دیکھتی دھیان سے گھر کی پچھلی طرف گئی اور وہاں پڑا اسٹول دیوار کے پاس رکھ کر دیوار پھلانگ گئی۔

دیوار اتنی بڑی نہ تھی جس کی وجہ سے اسے آسانی ہوئی۔بغیر پیچھے دیکھے وہ بھاری لہنگا ہاتھ میں پکڑے اندھا دھند بھاگنے لگی۔کافی بارش ہو رہی تھی۔اتنی ٹھنڈ میں برستی تیز بارش سے بے نیاز وہ بس اپنی عزت بچانے کے لئے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔کافی دے بھاگتے رہنے کے بعد اس کی ٹانگوں نے جواب دے دیا تو وہ رکتی اپنا سانس ھموار کرنے لگی۔

پکڑے جانے کے ڈر سے اس نے پھر سے چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب اسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی چل رہا ہے۔

اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی اور پھر سے بھاگنے لگی۔

"پکڑو سالی کو ہاتھ سے نکلنی نہیں چاہئے۔"

ایک آدمی کی آواز اور بھاگتے قدموں کی چاپ سن کر وہ ادھ موئی ہو گئی۔

وہاں اس کا ٹکراؤ ہوا داؤد کمال سے۔

داؤد کو ساری حقیقت بتاتے اس نے نکاح کی درخواست کی تاکہ اگر اس کی نانی اس تک پہنچ بھی جائے تو وہ بے بس ہو جائے۔جب اس کا نکاح ہو جاتا تو

دنیا کا کوئی قانون بھی ایک لڑکی کو اس کے شوہر سے الگ نہیں کر سکتا تھا جب تک وہ خود نہ چاہتی۔

یہ تھی زلیخہ اکرام اور داؤد کمال کی ملاقات کے سبب کی کہانی۔

MEEM AINN WRITES

وہ گنگناتی ہوئی کمرے سے نکلی تو اشعر اور طالب لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔

"میرے بغیر اکیلے اکیلے گپیں مارتے ہوئے شرم تو نہیں آ رہی تم لوگوں" "کو۔

کچھ فاصلے پر کھڑی ہوتی وہ کمر پر دونوں ہاتھ ٹکائے ان دونوں کو گھورتی بولی تھی۔

"نہیں!!!"

وہ دونوں ایک ساتھ بولے تو زونیہ دانت کچکچا کر رہ گئی ان کی بے شرمی پر۔

شرم نامی چیز واقعی بیچ کھائی ہے تم لوگوں نے خیر بتاؤ کیسی لگ رہی ہوں"

"میں۔

ان دونوں کو دفعان کرتی وہ اپنا موڈ اچھا کرتی آخر میں اترا کر بولی تو دونوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر اگلے ہی لمحے دونوں کے چھت پھاڑ قہقہے نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا۔

کیامسلہ ہے کیوں پاگلوں کی طرح بلکہ گدھوں کی طرح ہانک رہے ہو"
"مسلسل۔

جب وہ ایک پل بھی چپ نہ کیے تو وہ چڑ کر پوچھ بیٹھی۔
زونی یار یہ کیا بنی ہوئی ہو۔یہ "بھینسا انسپائر "میک اپ کر کے کہاں جانے"
کی تیاریوں میں ہو؟
طالب کے سوال پر اسے گش پڑتے پڑتے رہ گیا۔

"بھینسا انسپائر؟؟؟"

وہ ہونک بن کر پوچھتی بے ساختہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کا فرنٹ کیمرہ آن کرتی اپنا جائزہ لینے لگی پر کافی باریک بینی سے دیکھنے کے باوجود اسے ایسا کوئی نقص نظر نہ آیا۔

ہاں بھئی یہ بھینسے سے انسپائر ہو کر جو آنکھیں کالی کی ہیں تم نے اسی کی " " بات کر رہے ہیں ہم۔

وہ اس کے سمو کی آئی میک اپ کی طرف اشارہ کرتا بولا تو زونیہ کا دل کیا سر دیوار میں دے مارے۔

میرے دل کر رہا ہے سر دیوار میں دے ماروں۔اپنا نہیں بلکہ تم لوگوں کا۔" "اچھے خاصے میک اپ کو کیا نام دے دیا تم لوگوں کو تو۔۔

وہ غصّے اور جوش کے ملے جلے تاثرات لئے زور و شور سے بول رہی تھی جب آدم کمال اس کے پاس سے گزرتا ایک سرسری نظر اس پر ڈالے آگے بڑھتا اپنے کمرہ میں جا بند ہوا۔

زونیہ کا منہ کھل گیا۔

"یہ کون تھا جس نے مڑ کر مجھے نہیں دیکھا۔"

وہ لوز کرل میں سٹائل ہوئے بالوں کو جھٹکا دے کر کمر پر پھینکتی اک ادا سے ان دونوں سے سوال کرنے لگی۔

آدم کمال صاحب تھے یہ جو تمہاری صاف ستھری اور قابل قبول حد تک" پیاری بوتھی پر دوسری نظر ڈالنا پسند نہیں کرتے آج تو پھر تم کالی بھوتنی بنی

ہوئی ہو۔بیچارے مڑ کر تمہیں دیکھتے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور وہ ابھی مرنا نہیں چاھتے وہ بھی بھری جوانی میں۔"

اشعر سکون سے جواب دیتا طالب کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

زونیہ جو اس کی بات پر تپی تھی اس کے آخری الفاظ سنتی بے طرح مسکرا دی۔

"!!جان سے کیوں جاتے؟؟میرے حسن کو دیکھ کر"

بالوں کو ہاتھ سے سہی کرتی ادا سے بولی تو اس کے کونفیڈینس پر دونوں عش عش کر اٹھے۔

"!!!نہیں۔خوف کے باعث"

یک زبان ہو کر کہتے وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر زور سے ہنس دیے تو زونیہ پیر پٹختی واپس اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

وہ دونوں جو بامشکل چپ ہوئے تھے اس کے جانے کے بعد ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے پھر پاگلوں کی طرح ہنستے لوٹ پوٹ ہونے لگے۔

زیادہ ہی تنگ کر دیا بے چاری کو۔اچھی خاصی پیاری لگ رہی تھی۔اکڑو" کمال (آدم) صاحب کا دل بھی پل بھر کو ڈگمگا گیا ہو گا دیکھ کر پر بہت میسنے ہیں "اوپر اوپر سے ہی کڑوا کریلا بنتے ہیں بس۔

طالب بولا تو اشعر نے لمحے کی تاخیر کے بغیر سر ہلایا۔

سہی کہا بلکل۔ چلو چل کر بتاتے ہیں ورنہ غصّے میں آتی حلیہ بگاڑ لے گی۔"

"ویسے اتنا بن ٹھن کر جا کہاں رہی ہے؟

وہ دونوں وہاں سے اٹھتے باتیں کرنے کے ساتھ زونیہ کے کمرے کی طرف جانے لگے۔

"اس کی دوست کی برتھڈے پارٹی ہے وہیں جانا ہے اسے۔"

طالب کی بات پر اشعر سر ہلا گیا۔

MEEM AINN WRITES

وہ لڑکا اسے روز ہی وہیں اپنی مخصوص جگہ کھڑا نظر آتا تھا۔اب تو ایمان کو بھی اسے دیکھنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔

آج جب وہ کالج سے واپس آ رہی تھی تو غیر معمولی طور پر وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ایمان کا دل ایک دم بے چین سا ہو گیا۔

اس نے نظریں گھما کر آس پاس دیکھا پر نہ ہی اس کی گاڑی نظر آئی اور نہ ہی وہ خود۔

اس کا دل افسردہ ہو گیا۔

گھر داخل ہوئی تو ابّا کے مسلسل کھانسنے کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

وہ تیزی سے ان کے کمرے میں داخل ہوئی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کے ان کے منہ سے لگایا۔

دو گھونٹ بھرنے کے بعد وہ گلاس ہٹا گئے۔

ابا کیا ہوا آپ کا رنگ کیوں اتنا پیلا پڑ رہا ہے دوا لی تھی آپ نے دوپہر"

"والی۔

وہ پریشانی سے بولتی سائیڈ پر پڑا دوائی والا ڈبہ چیک کرنے لگی جو خالی پڑا تھا۔

"ختم ہو گئی تھی۔"

ابا کی نحیف آواز سنتی وہ لب بھینچ گئی۔

"آپ تھوڑا سا انتظار کریں میں پاس والے اسٹور سے لے کر آتی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ اس نے بیگ اتار کر سائیڈ پر رکھا اور یوں ہی برقعہ پہنے گھر سے نکل گئی۔

اس کی کل کائنات اس کے ابّا ہی تھے۔ماں کے انتقال کے بعد صرف ابّا ہی اس کا واحد سہارا تھے۔امیر رشتہ دار غریب کو کہاں منہ لگاتے ہیں۔ان کے ساتھ بھی یہی سین تھا۔

کپڑے کی چھوٹی سی دکان تھی جہاں ملازم رکھا ہوا تھا کیوں کہ ابّا کی طبعیت اب کام کی اجازت نہ دیتی تھی انھیں۔

ان کے گردے خراب ہو چکے تھے۔ گزرے چھے ماہ سے تو وہ بلکل ہی بستر کے ساتھ لگ چکے تھے۔ایمان نے کالج چھوڑنا چاہا پر انہوں نے سختی سے منع کر دیا۔

وہ جانتے تھے کہ ان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں رہا اب اس لئے اپنی بیٹی کو اس کے پیروں پر کھڑا کرنا چاھتے تھے تاکہ زمانے کے سرد و گرم سے محفوظ رہے۔

وہ دوا لینے فارمیسی گئی تو وہاں پر مردوں کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی۔ایمان کو رونا آنے لگا۔ایک تو کالج سے تھکی ہوئی آئی تھی صبح سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا اور اب لمبی لائن کے ختم ہونے کا انتظار کرنا پڑتا۔

وہ بے بسی سے دوائی والی پرچی ہاتھ میں پکڑے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"لائیں مجھے پکڑائیں یہ۔میں لے آتا ہوں آپ یہیں رکیں۔"

اتنے دن بعد اس کی آواز سنتی وہ حیران رہ گئی۔اسے خوشگوار حیرت ہوئی پر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ خود اس کے ہاتھ سے پرچی پکڑتا فارمیسی کی طرف بڑھ گیا۔

پورے دو منٹ میں اس کی واپسی ہو گئی تھی۔دوا والا شاپر اسے پکڑائے بغیر وہ اسے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ایک طرف چلنے لگا تو ایمان نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔پھر کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کے پیچھے چل دی۔

کچھ فاصلے پر ہی ایمان کو اس کی گاڑی کھڑی نظر آگئی۔وہ آگے بڑھتا فرنٹ ڈور کھولتا اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔

"نن۔۔۔نہیں آپ۔۔۔آپ مجھے یہ دوائی دیں مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

وہ اس پاس دیکھتی خوف زدہ ہوتی بولی تو وہ اس کے کچھ قریب آیا۔

پلیز دو منٹ میری بات سن لیں بس۔ یہاں باہر کھڑے ہونا مناسب نہیں"
"اس لئے ہم گاڑی میں بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔

اس کے عاجزی سے کہنے پر وہ کچھ سوچتی جھجکتی ہوئی گاڑی میں بیٹھ گئی تو باسط دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھا۔

وہ نظر بھر کر حجاب کے ہالے میں مقید اس کا حسین چہرہ دیکھنے لگا جو گرمی کی تمازت سے تپ کر سرخ ہو رہا تھا۔
کالی گھٹاؤں سی آنکھوں پر گھنی پلکوں کی جھالڑ گری ہوئی تھی۔

"آپ کے فادر کی میڈیسن ہے یہ؟؟"

اس کے سوال پر وہ محض سر ہلا گئی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے ایمان۔امید ہے آپ میری بات کو سمجھیں گی
"پھر کوئی جواب دیں گی۔

اس کی سنجیدگی پر ایمان نے پل بھر کو پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پر اس کی گہری نظروں کی تاب نہ لاتی نظریں جھکا گئی۔

"میں نے آج سے چھے ماہ پہلے آپ کو دیکھا تھا آپ کے کالج کے باہر۔میں ایک بہت پریکٹیکل سا بندا ہوں پیار محبت کی باتوں پر کبھی یقین نہیں کیا پر جس پل آپ کو دیکھا تو یقین آیا کہ محبت بھی وجود رکھتی ہیں۔کبھی محبت پر

یقین نہ کرنے والا پہلی نظر کی محبت کا شکار ہو گیا۔پتا بھی نہیں چلا اور میرے لئے سراپا محبت و عزت بن گئیں آپ۔"

وہ بہت سنجیدگی اور شائستگی سے بول رہا تھا جب کہ ایمان سانس تک روک گئی۔

"کیا آپ مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش نصیب بننے کا شرف بخشیں گی؟؟؟"

اس کے سوال پر وہ حق دق رہ گئی۔

MEEM AINN WRITES

"کیا آپ مجھ سے شادی کر کے مجھے خوش نصیب بننے کا شرف بخشیں گی؟؟؟"

اس کے سوال پر وہ حق دق رہ گئی۔

"مم۔۔میں؟؟"

وہ آنکھیں پھیلاتی انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتی بولی تو باسط کے لبوں پر بے ساختہ حسین مسکراہٹ جھلک اٹھی پر وہ لب دبا گیا۔

"!!جی آپ"

وہ آپ پر زور دیتا بولا تو اگلے ہی پل ایمان کے چہرے کا رنگ بدلہ۔پلکیں بے ساختہ جھک گئیں۔اسے سمجھ نہ آئی کہ کیا بولے۔اس نے بھلا کب آج سے پہلے کسی کے منہ سے اپنے لئے اظہار محبت سنا تھا پر یہ بھی سچ تھا کہ سامنے بیٹھا انسان اس کے دل میں ایک خاص مقام بنا چکا تھا۔اسے اپنے قریب دیکھنے کی ایک عادت لگ گئی تھی ایمان کو۔

میرے ابّا بہت بیمار ہیں۔میں ابھی ان حالات میں آپ کو اس سوال کا کوئی "بھی جواب نہیں دے سکتی۔

وہ بہت سوچنے کے بعد احتیاط سے ایک ایک لفظ ادا کر رہی تھی پر اس کی طرف دیکھنے کی غلطی ہر گز نہ کی تھی۔

"دیکھیں ایمان۔ میں اس ملک کا باسی نہیں ہوں۔ میں اٹلی کا رہنے والا ہوں میرا ملک وہ ہے۔ میں ایک ضروری کام سے پاکستان آیا تھا اور پھر مجھے آپ مل گئیں۔ میں چاہ کر بھی واپس نہ جا سکا پر میرا واپس جانا بہت ضروری ہے اب ایک بہت ضروری کام آن پڑا ہے۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد آپ میرا انتظار کریں۔ آپ کو اپنے نام کر کے جانا چاہتا ہوں۔"

وہ خاموش ہوا تو ایمان نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جہاں وہ سرمئی آنکھوں میں محبت کے دیپ جلائے گہری نظروں سے اسے ہی تکتا جا رہا تھا۔ اس کی نظروں کے ارتکاز سے اس کے گلابی چہرے پر لالی چھا گئی۔

"بولیں کریں گی میرا انتظار؟؟ خود کو میری امانت سمجھ کر اس قیمتی امانت کی حفاظت کریں گی میرے لئے؟؟"

اس کی گھمبیر آواز اور جذبات سے پر الفاظ ایمان کے جذبات میں تغیانی پر باکر رہے تھے۔

پھر کچھ سوچتے وہ دھیرے سے سر ہلا گئی تو باسط درانی کو لگا جیسے اسے نئی زندگی مل گئی ہو۔

مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کیا بولوں میں بہت خوش ہوں آپ نے مجھے نئی"
"زندگی کی نوید سنادی ہے۔

اس کے جذبات اس کی پر جوش آواز سے واضح تھے۔

"آپ کے پاس موبائل ہے؟"

وہ اچانک اس سے پوچھ گیا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

اوکے یہ موبائل رکھیں آپ۔مجھے آئیڈیا تھا اس لئے ساتھ لے کر آیا۔یہ"
پاس رکھیں میں آپ کی خیریت جاننے کے لئے آپ سے کنٹیکٹ کروں
"گا۔

وہ ایک چمکتا ہوا موبائل اس کی طرف بڑھاتا بولا تو وہ جھجکتی ہوئی اس کے ہاتھوں سے وہ موبائل تھام گئی۔

وہ اس وقت بھول چکی تھی کہ ایک نامحرم کے ساتھ رابطہ رکھ کر اور مراسم بڑھا کر وہ گناہ کرنے جا رہی تھی اور گناہ کی سزا ملتی ہی ملتی ہے۔ پر وہ ہر بات بھلا کر اس کے بڑھتے ہاتھوں کو تھام چکی تھی انجام کی فکر سے بے نیاز ہو کر۔

میں آج شام کی فلائٹ سے جا رہا ہوں۔ پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔"

"اپنا بہت سا خیال رکھئے گا۔

وہ نرمی سے مسکرا کر کہتا دوائی والا بیگ اس کی طرف بڑھا گیا تو وہ پکڑ کر ہلکی سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی "اللہ حافظ" کہتی گاڑی سے نکل گئی۔

وہ تب تک اسے دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی پھر گاڑی سٹارٹ کرتا اپنی منزل کی طرف بڑھ گیا۔ مستقبل کی فکر سے بے نیاز وہ اپنے آج کو سوچ کر مسکرا رہا تھا پر جلد ہی قسمت یہ مسکراہٹ نوچنے والی تھی۔

MEEM AINN WRITES

وہ سو کر اٹھی تو ہمیشہ کی طرح داؤد آفس جا چکا تھا۔اسے افسوس ہوا۔ کتنی بار داؤد کو کہا تھا اس نے کہ آفس جانے سے پہلے وہ اسے اٹھا دیا کرے تیاری میں مدد کروا دیا کرے گی پر اس کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ میں آپ کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔

فریش ہو کر اس نے ناشتہ کمرے میں ہی ناشتہ منگوالیا۔ناشتہ کر کے وہ کمرے سے باہر نکلی تو زونیہ اکیلی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کالج نہیں گئی تم آج؟"

اس کے سوال پر زونیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں بھابھی آج سر میں بہت درد تھا اس لئے چھٹی کر لی۔"

اسے جواب دیتی وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل سائیڈ پر رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"سر درد تھا تو ریسٹ کرنا چاہئے تھا نا۔ موبائل یوز کر کے تو اور درد ہو گا۔ اس عینک کا شیشہ اور بہت موٹا ہو جائے گا۔"

وہ پیار سے اس کے سر پر چپت مارتی بولی تو زونیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ڈونٹ وری پیاری بھابھی کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ اس کے گلے میں دونوں بازو ڈالتے سر اس کے کندھے پر رکھ گئی۔ کچھ ہی دنوں میں وہ زلیخہ کے بہت نزدیک ہو گئی تھی۔

"زونی جان ایک بات تو بتاؤ؟؟؟"

زلیخہ زونیہ کے بالوں میں انگلیاں چلاتی بولی تو اس نے سر تھوڑا اٹھا کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

یہ ممی کا رویہ داؤد کے ساتھ کچھ عجیب سا نہیں۔ میرا مطلب میں جانتی" ہوں وہ داؤد کی سوتیلی ماں ہیں پر کبھی اتنی میٹھی بن جاتی ہیں اور کبھی اتنی سرد۔"

اس کی بات پر زونیہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

ارے بھابھی میں تو بچپن سے ہی انھیں داؤد بھیا کے ساتھ کولڈ دیکھتی آ" رہی ہوں پر جیسے ہی داؤد بھیا جوان ہوئے اور گھر سنبھالنے لگے تو ممی کا رویہ سہی ہو گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ انسان سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔ داؤد بھیا ممی کے لئے بہت خاص بن گئے۔ آپ نے دیکھا نہیں اکثر جب موڈ اچھا ہو ممی کا تو کتنا پیار آتا ہے انھیں داؤد بھیا پر۔"

زونیہ تو شروع ہی ہو گئی۔

"ہاں آتا ہے پیار داؤد پر جب کوئی بڑا کام ہو۔"

زلیخہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

کسی کی میٹھی زبان اور میٹھی باتوں کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ اس شخص" کے لئے بہت خاص ہو کیونکہ اکثر وقت کبوتر کو کھلانے نہیں بلکہ شکنجے میں پھنسانے کے لئے دانہ ڈالا جاتا ہے۔"

اس کی بات پر زونیہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب بھابھی۔ مطلب آپ کہنا چاہ رہی ہیں کہ۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملا مکمل کرتی داؤد کی سلام کی آواز پر ایک دم اپنی جگہ سے اچھلی۔

"بھیا آپ اس وقت گھر پر۔ دیکھیں کتنی لمبی عمر ہے ماشاءاللہ آپ کی۔"

داؤد اس کے نزدیک آتا اسے اپنے ساتھ لگا کر وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔

کیوں بھئی میں گھر نہیں آسکتا کیا اور عامل بابا کو میری عمر کا اندازہ کیسے ہو" گیا؟"۔

زلیخہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی جارہی تھی جو کالے پینٹ کوٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس آج تھکا تھکا نہیں بلکہ بہت فریش لگ رہا تھا۔ٹائی گلے سے غائب تھی اور شرٹ کے اوپری دو بٹن بھی کھلے ہوے تھے۔

نہ جانے وہ اسے اتنا پیارا اور معصوم کیوں لگتا تھا۔

اس کی گہری نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے داؤد نے اس پر نظر ڈالی تو وہ نظریں چرانے کی بجائے بھرپور انداز میں مسکرادی۔الٹا داؤد نظریں چرا کر رہ گیا۔

ایک تو اللہ نے اس عورت کو اس بے تحاشا حسن سے نوازا ہے اوپر سے " مسکان بھی اس قدر قاتلانہ دی ہے۔ابھی مجھے اس سے محبت نہیں تو میرے "دل پر خنجر چل رہے ہیں جب محبت ہو گئی تو کیا عالم ہو گا۔

اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر زونیہ نے اس کا بازو ہلایا۔

"بھیا کس نگری میں کھو گئے۔"

اس کی آواز پر وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سوچ رہا ہوں کہ یہ چھوٹا پیکٹ آج گھر کیا رہا ہے۔کالج کیوں نہیں گئی۔"

داؤد کے سوال پر زونیہ نڈھال ہونے کی بھرپور اداکاری کرتی اس کے کندھے پر سر گرا کر بیٹھ گئی۔

"بھیا سر بہت درد ہے اور آنکھیں جل رہی ہیں۔"

حالاں کہ اتنا درد تھا نہیں جتنا وہ ڈرامہ کر رہی تھی۔زلیخہ نے اس کی ڈرامہ بازی پر لب دبا کر اپنی مسکراہٹ روکی۔

"میری جان کون کہتا ہے کہ سارا دن اور ساری رات موبائل پر ناول پڑھتی رہو۔آنکھوں کا حشر تو خود ہی کیا ہے۔اب لگتا ہے سختی کرنی پڑے گی۔"

اس کی بات پر زونیہ نے منہ بنایا۔

"اچھا نہ ڈانٹیں مت اور میری بات سنیں آج ان دونوں بندروں کے کان کھینچیں گے آپ۔"

وہ سیدھی ہوتی سارا درد بھول بھال کر ایک دم ہی ایکٹو ہوئی تھی۔

"ہمارے گھر تمہارے ہم زاد میری مطلب بندر کہاں سے آئے؟"

وہ شرارت سے بولا تو زونیہ شکایتی نظروں سے زلیخہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں داؤد اور ان دونوں نمونوں کے واقعی کان کھینچیئے گا آج۔ آدم بھائی کے سامنے زونی کو بندری کیوں کہا آخر ہماری زونی کی عزت کا معاملہ ہے۔"

وہ سنجیدگی سے بولی تو زونیہ نے پورے جوش سے سر ہلایا جب کہ داؤد زلیخہ کی آنکھوں میں موجود شرارت دیکھ رہا تھا۔

"اوکے میری جان پریشان مت ہو یہ بھی کر لیں گے۔ اب اٹھو جا کر ریسٹ کرو موبائل یوز کرتی مت نظر آؤ مجھے۔ اور زلیخہ آپ روم میں آ کر میری بات سنئے گا۔"

زونیہ کا ماتھا چوم کر اسے ہدایت دیتا وہ صوفے سے اٹھا اور زلیخہ کو کمرے میں آنے کا کہتا خود کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ بھی اس کے پیچھے ہی چل دی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو داؤد بیڈ پر نیم دراز تھا۔وہ دروازہ بند کرتی خود بھی بیڈ کی طرف آگئی۔

"بیٹھ جائیں۔"

اسے ہاتھ سے پکڑ کر وہ اپنے قریب بیٹھا گیا۔

"میرے ایک دوست نے ہمیں لنچ پر انوائٹ کیا ہے۔بہت اصرار کیا اس نے تو مجھے منع کرنا اچھا نہیں لگا۔آپ چلیں گی میرے ساتھ؟؟"

اس کا ہاتھ یوں ہی اپنے ہاتھ میں تھامے وہ دھیرے دھیرے انگوٹھے کی مدد سے سہلانے لگا۔

وہ اس قدر نرمی سے بات کرتا تھا کہ زلیخہ کا بس نہ چلتا تھا اس کا منہ ہی چوم لے پھر اپنی ہی سوچ پر شرمندہ ہو کر رہ جاتی۔

آپ کے ساتھ تو دنیا کے آخری کونے تک بھی ہنسی خوشی جا سکتی ہوں میں"

داؤد۔آپ کے کپڑے نکال دیتی ہوں پر آپ ایسا کریں تھوڑی دیر ریسٹ کر

"لیں جب تک میں تیار ہو جاتی ہوں آپ تو دس منٹ میں ہو جاتے ہیں تیار۔

اسے کہتی وہ نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ داؤد کا ڈریس سلیکٹ کر کے نکال چکی تھی اور اب اپنا سلیکٹ کر رہی تھی

جب وہ اس کے پیچھے بلکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا پہن رہی ہیں؟"

اس کی آواز پر وہ مڑنے لگی تو اس کا کندھا داؤد کی کشادہ چھاتی سے ٹکرایا۔

"وہی جو ہمیشہ پہنتی ہوں۔"

دھیرے سے مسکرا کر کہتی وہ واپس الماری کی طرف مڑ گئی جب وہ اچانک

اس کا رخ اپنی طرف موڑ گیا۔

"میں ہیلپ کروں آج؟؟؟"

اس کے سوال پر زلیخہ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔وہ پہلی دفعہ اس کے معاملے میں بول رہا تھا اور اپنی مرضی بتا رہا تھا۔وہ خوش کیوں نہ ہوتی۔

"!!شیور"

خوشگواری سے کہتی وہ پیچھے ہٹ گئی تو داؤد اپنی "پسند "کا ڈریس دیکھنے لگا۔ وہ خاموش کھڑی اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی۔

"!!!یہ پہنیں آج آپ"

وہ ہاتھ میں پکڑا ڈریس اس کی طرف بڑھاتا بولا تو اس ڈریس کو دیکھتے زلیخہ کے چھکے چھوٹے۔

وہ ڈل گولڈن کلر کی پلین ساڑھی تھی۔بہت خوبصورت اور نفیس۔پر مسلہ یہ تھا کہ اس نے ایسا لباس کبھی پہنا نہیں تھا۔وہ ہمیشہ پینٹ شرٹس پہنتی تھی۔

"!!!لیکن مجھے یہ پہننی نہیں آتی داؤد"

وہ بے چارگی سے بولی تھی۔اس نے بھلے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا تھا مگر یہ لباس اس کا شوہر اپنی پسند سے خرید کر لیا تھا اور اب پہننے کی فرمائش بھی کر رہا تھا تو وہ کیسے نہ پہنتی پر اسے یہ باندھنی نہیں آتی تھی۔

اس کا دل ایک دم اداس ہو گیا۔اسے رونا آنے لگا۔پہلی دفعہ داؤد نے خود" سے کوئی فرمائش کی تھی جسے وہ پوری بھی نہ کر سکتی تھی۔

"کوئی بات نہیں میں ہیلپ کر دوں گا۔"

داؤد کی بات پر اس کا اداس چہرہ ایک دم ہی روشن ہوا تھا۔

سچی!!! پھر تو بس ڈن ہو گیا میں یہی پہنوں گی۔لائیں میں میڈ سے بولتی"

"ہوں پریس کر دے۔

خوشی سے کہتی وہ اس کے ہاتھ سے ساڑھی پکڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

MEEM AINN WRITES

وہ کمرے میں داخل ہوتا دروازہ اپنے پیچھے بند کر گیا۔ پورا دھیان ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین پر تھا۔

"!!! سنیں داؤد یہ باندھ دیں اب"

زلیخہ کی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر آواز کی سمت میں دیکھا پر اگلے ہی اس کی آنکھوں نے سامنے نظر اتے منظر سے ہٹنے سے انکار کر دیا تھا۔

ہر وقت میک اپ سے پاک رہنے والا سادہ اور ملیح چہرہ اس وقت نفاست سے کیے گئے میک اپ میں اور بھی دل نشین لگ رہا تھا۔

آنکھوں میں محض کاجل ڈال رکھا تھا اور گالوں کو مزید گلابی کیے ہونٹوں کو سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا۔

اس کے بھرے بھرے لب سرخی میں ڈھل کر قہر ہی تو برپا کر گئے تھے داؤد کمال کے دل پر۔

میسی جوڑے میں بندھے بالوں سے چند آوارہ لٹیں نکل کر چہرے پر اٹکھیلیاں کر رہی تھیں۔

نظریں جوں ہی چہرے سے نیچے سرکی تھیں سہی معنوں میں داؤد کمال کے ہوش تب اڑے تھے۔

وہ محض ساڑھی کی کرتی اور نیچے ٹائٹس پہنے کھڑی تھی۔اس کا ہوش ربا حسن داؤد کمال کے لئے سراپا امتحان بنا کھڑا تھا۔بہت کوشش کے بعد وہ اپنی نظریں اس پر سے ہٹا پایا تھا۔

"کہاں کھو گئے۔یہ باندھ دیں اب۔"

اس کے پھر سے پکارنے پر وہ گہرا سانس لیتا اس کی طرف بڑھا اور بیڈ پر پڑی ساڑھی پکڑ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

ڈل گولڈن کلر اس کی رنگت پر اخیر نچ رہا تھا۔کرتی سے جھانکتا گورا بدن داؤد کو نظریں چرانے پر مجبور کر رہا تھا۔
اس نے سر جھٹکتے ساڑھی پہنانا شروع کی۔

پلو اس کی کمر کے گرد باندھ کر ہک بند کرتا وہ ساڑھی کی فال کی تہوں کو مہارت سے جوڑ کر اس کی ساڑھی کے نچلے حصے میں پھنسا گیا تو اس کے مردانا ہاتھ کا جان لیوا لمس محسوس کرتی وہ سانس تک روک گئی جب کہ داؤد

مشکل سے ہی سہی پر اپنے جذبات پر بند باندھ چکا تھا اور اب اس کا پلو سہی طریقے سے ایڈجسٹ کر رہا تھا۔

کرتی کا پچھلا گلا گہرا تھا جب کہ پیٹ کا کچھ حصّہ بھی واضح ہو رہا تھا پر داؤد اس کا پلو اچھی طرح ایڈجسٹ کر گیا کہ اس کے جسم کے واضح ہوتے حصّے بھی چھپ گئے۔

"!!!لوکنگ سٹننگ"

وہ بے خود ہو کر بولا تھا۔اپنی بتیس سالہ زندگی میں پہلی دفعہ اس قدر بے خود ہوا تھا آدم کمال اور اسے اس قدر بے خود کرنے والی لڑکی اس کی بیوی تھی۔

زلیخہ نے حیرت و بے یقینی سے داؤد کی طرف دیکھا۔اسے یقین ہی نہ آرہا تھا کہ داؤد نے اس کی تعریف کی ہے۔اس خشک طبعیت انسان سے اس نے کہاں ایسی کوئی امید رکھی تھی بھلا۔

"چلیں؟"

وہ ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر بولا تو زلیخہ اپنا نازک ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں تھما گئی۔داؤد ایک دم جھکتا اس کی پیشانی پر اپنے ہونٹوں کا جلتا ہوا لمس چھوڑ گیا۔زلیخہ دل سے مسکرادی۔

پیشانی چومنا تو داؤد کی عادت بن گئی تھی۔آفس جانے سے پہلے اور پھر آفس سے واپسی پر۔

پیچھے ہٹتا وہ اسے اپنے ساتھ لئے کمرے سے نکل گیا۔

MEEM AINN WRITES

لنچ بہت اچھا گیا تھا۔زلیخہ نے کافی انجوائے کیا تھا۔واپسی پر وہ لانگ ڈرائیو پر چلے گئے۔رات آٹھ بجے وہ دونوں گھر واپس لوٹے تھے۔

داؤد سیدھا ماں کے کمرے میں چلا گیا جب کہ زلیخہ فریش ہونے اپنے کمرے میں۔

وہ فریش ہو کر کمرے میں آئی تو داؤد اب تک کمرے سے غائب تھا۔وہ موبائل پکڑ کر کمبل میں گھستی گیم کھیلنے لگا۔

گھنٹہ مزید گزر گیا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور داؤد کمرے میں داخل ہوا۔
مزید ایک بھی لفظ بولے یا سنے وہ چینج کرنے چلا گیا۔

وہ باہر آیا تو زلیخہ نے موبائل رکھ کر اپنی پوری توجہ اس کی طرف کر دی جس کا موڈ بہت بری طرح آف لگ رہا تھا۔
اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔
"کل ممی سے کیا بات ہوئی تھی آپ کی؟"

اس کی آواز حد درجہ سرد اور بے تاثر تھی۔

"کس متعلق؟"

وہ ناسمجھی سے پوچھنے لگی۔اسے واقعی اس کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا

ممی نے آپ کو بولا تھا کہ آپ ان کی فرینڈ کی طرف چلیں ان کے ساتھ؟؟"

وہ دونوں ہاتھ کمر پر باندھے اس کے بلکل سامنے کھڑا تھا پر اس کے تاثرات زلیخہ کو ڈرا رہے تھے۔

"جی کہا تھا پر۔۔۔"

اس کی بات مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گیا۔

"اگر آپ کو ممی نے کہا تھا تو آپ کو ان کی بات ماننی چاہیئے تھی زلیخہ!!! وہ میری ٹائم ممی ہیں جن کی میں نے آج تک حکم عدولی نہیں کی۔ان کی فرینڈ نے اسپیشل آپ کو ساتھ لے جانے کا بولا تھا پر آپ نے منع کر دیا۔ کس قدر انسلٹ کا سامنا کرنا پڑا ہو گا ممی کو جانتی ہیں یہ آپ؟؟ مجھے بہت ڈس اپائنٹ کیا ہے آپ نے۔"

بے رخی سے کہتا وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا سگریٹ کا پیکٹ اور لیٹر اٹھا کر اسٹڈی روم میں جانے لگا جب وہ اس کا بازو اپنے ہاتھ میں جکڑ گئی۔

"آپ نے اپنی بات سنا دی جو کہ میں نے چپ چاپ سن لی۔اب میری بات بھی سنیں۔"

وہ اسے بازو سے پکڑتی خود کھڑی ہوتی اس کے سامنے آ گئی۔داؤد نے انہی سرد نظروں سے اسے دیکھا گویا بولنے کی اجازت دی ہو۔

"ممی نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان کے ساتھ ان کی فرینڈ کی طرف جا سکتی ہوں ورنہ گھر رہ کر کک سے رات کا کھانا بنوا لوں۔میں نے کہا کہ اگر میرا

جاناضروری ہے تو آپ بتادیں ورنہ میں گھر رہ کر مینیج کرلوں گی کچن تو ممی نے کہا کہ ٹھیک ہے میں گھر رہوں اور ڈنر بنوالوں اپنی نگرانی میں۔"

وہ بولنے پر آئی تو ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔داؤد چپ چاپ اسے سن رہا تھا جب وہ مزید بولی۔

"جو بھی بات ہوئی میں ساری کلئیر کر چکی ہوں۔"

داؤد دو قدم اس کے نزدیک ہوا۔

"تو کیا ممی جھوٹ بول رہی تھیں؟"

اس کے ٹھنڈے ٹھار انداز پر زلیخہ کو نہ جانے کیوں رونا آنے لگا۔

تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ میں یہ نہیں کہہ رہی ممی جھوٹ کہہ رہی" ہیں پر میں اتنا جانتی ہوں کہ یہ سچ بھی نہیں ہے۔ خیر میں کون ہوتی ہوں "جس کا یقین کریں گے آپ۔

بولتے بولتے آخر میں اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔

اس کا بازو چھوڑتی وہ جھٹکے سے پیچھے مڑی پر اس سے بھی تیزی سے داؤد اسے کمر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔

"رو کیوں رہی ہیں۔ آنکھیں صاف کریں اپنی۔"

اس کے بولنے پر اسے مزید رونا آنے لگا تو داؤد بغیر کچھ سوچے سمجھے اسے اپنے سینے میں چھپا گیا۔ زلیخہ نے غصّے سے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی پر داؤد اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔

چھوڑیں مجھے۔ ایسے انسان کے سینے سے لگ کر آنسو بہانے کا کوئی شوق" "نہیں مجھے جو میرا یقین نہ کرتا ہو۔

وہ اس کی گرفت میں کسمساتی خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتی بولی تو داؤد کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھوا۔

اگر آنسو نہیں بہانہ چاہتی میرے سینے سے لگ کر تو پیار کر لیں۔ یقین" "جانیں رونے سے اچھا تجربہ ہو گا پیار کا۔

اس کی بات پر زلیخہ کے گالوں پر گلال بکھرا۔پر کچھ لمحے پہلے ہوئی بات بھولی نہیں تھی وہ۔

اور جہاں تک بات ہے یقین کی تو آپ پر تب بھی آنکھیں بند کر کے یقین" کیا تھا جب میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تھا۔اب تو جائز اور مضبوط رشتے میں "بندھے ہیں۔آپ کا یقین نہ کر کے مجھے اپنی ذات کا مان نہیں کھونا۔

زلیخہ دم سادھے اسے سننے لگی۔اگے زخم اس کی بے خبری کی وجہ سے ملا تھا تو مرہم بھی وہ خود رکھ رہا تھا اور وہ بھی ہوش و حواس میں رہتے ہوئے۔

"!!چھوڑیں مجھے"

اسے داؤد کی اس قدر نزدیکی سے شرم آنے لگی تھی۔

چھوڑنا ہوتا تو تھامتا ہی کیوں۔اصلی مرد ہوں۔آخری سانس تک خود سے"
"باندھ کر رکھوں گا۔

اس کی آواز بوجھل ہونے لگی تھی جسے محسوس کرتے زلیخہ کو غش پڑتے
پڑتے رہ گیا۔

اسے کندھوں سے پکڑ کر داؤد نے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا اور اس کی
آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

زلیخہ نے بہت غور سے اس کی آنکھوں کے بدلتے تاثرات دیکھے تھے۔

میری بات یاد رکھئے گا زلیخہ!!! میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو ماں"
اور بیوی میں کسی ایک کو افضل جانتے ہیں اور دوسرے کو کم تر۔کسی ایک

فریق کی وجہ سے دوسرے کو ڈس اون کرتے ہیں۔میں اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔میرے نزدیک ماں کا مقام الگ ہے اور بیوی کا الگ۔ کسی ایک کی خوشنودی کے لئے دوسرے کی حق تلفی کبھی نہیں کروں گا۔

"سمجھ رہی ہیں میری بات؟؟

اس کی بات پر وہ سر ہلا گئی۔

آپ کے یہ شربتی لب مجھے بری طرح بہکا رہے ہیں۔کیا میں انہیں چھو کر" "محسوس کر سکتا ہوں؟؟

وہ بایاں ہاتھ اس کی شفاف گردن پر رکھتا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کے نازک ہونٹوں کو سہلاتا انھیں گہری نظروں سے دیکھتا مستفسر ہوا تو زلیخہ کے پورے بدن کا لہو جیسے اس کے چہرے پر سمٹ آیا۔

اتنی سنجیدہ بات کرتے ہوئے وہ ایک دم اتنے غیر سنجیدہ ٹریک پر اترا تھا کہ زلیخہ کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کیا جواب دے۔

ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر وہ ایڑیوں کے بل تھوڑا اوپر اٹھتی اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

اگلے ہی پل اسے اپنی سانسیں قید ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔اس قدر انوکھا اور جان لیوا احساس اسے کپکپانے پر مجبور کر گیا۔داؤد کی مونچھوں کی میٹھی سی چبھن محسوس کرتی زلیخہ اس کی شرٹ دونوں مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

داؤد کے لمس میں اس قدر نرمی اور محبت تھی گویا وہ کسی نازک آبگینے کو چھو رہا ہو جو اس کی ذرا سی سختی پر ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔ زلیخہ کا دل سینے میں پکڑ .دھکڑ مچا گیا

اس کی سانسوں کو آزادی بخشتا وہ اس کے ماتھے پر لب رکھ کر اسے اپنے لمس سے معتبر کرتا اپنے سینے میں بھینچ گیا

وہ الجھی بکھری سانسیں بھرتی اس کے مضبوط سینے میں منہ دیے کھڑی تھی اس کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی کہ کاش یہ پل یہیں ٹھہر جائیں۔ یہ گھڑیاں یہیں تھم جائیں۔

سونا نہیں ہے کیا آج؟؟یقین جانیں آج دل بغاوت پر اتر رہا ہے۔بہتر یہی ہے کہ اس کے بے قابو ہونے سے پہلے پہلے سو جائیں ورنہ حد یاد نہ رہے گی کوئی آج!!!"

وہ اس کے کانوں میں سرگوشی کرتا بولا تو زلیخہ کا دل کیا آج وہ حد سے گزر ہی جائے۔اپنی سوچ پر وہ شرم سے خفت زدہ ہوتی تیزی سے اس سے الگ ہوتی بستر میں گھس گئی اور اپنا چہرہ بھی چھپا لیا جیسے یہ خوف ہو کہ کہیں وہ اس کے چہرے پر لکھی داستان نہ پڑھ لے۔

اس کے کمبل میں چھپے وجود پر ایک مسکراتی نظر ڈالتا وہ لائٹ بند کر کے خود میں اپنی جگہ لیٹ گیا پر اگلے ہی پل وہ اسے اپنی طرح کھینچ کر اس کا سر اپنے سینے پر رکھنا نہیں بھولا تھا۔

آج کی رات یقیناً میٹھی نیند آنے والی تھی ان دونوں کو۔

"ممی آپ نے بلایا؟؟"

وہ کمرے میں داخل ہوتا بولا تو فاراکمال نے سر ہلایا۔

"!!! ہاں میں نے بلایا تھا۔ یہاں آؤ میرے پاس"

وہ کمرے میں رکھے صوفے پر براجمان تھیں۔ اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کرتی بولی تو آدم ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

کیسا چل رہا ہے بزنس؟؟"۔"

انہوں نے بہت سرسری سے انداز میں پوچھا تھا۔

"بہت اچھا ماشاءاللہ۔ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے ممی بس۔"

وہ ان کے ہاتھ چومتا اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔

"اشعر بتا رہا تھا کل تم داؤد کے ساتھ باہر کہیں گئے تھے۔"

ان کے انداز میں کچھ تو تھا۔کچھ کھوجتا ہوا۔

"جی ایک مسلہ بن گیا تھا جسے داؤد ہی حل کر سکتا تھا۔"

اس کا انداز اس کے تاثرات کی طرح ہی تھا۔ بلکل سادہ سا۔

"دھیان رکھنا کہیں وہ سانپ تمہیں نہ لوٹ کھائے۔"

ان کے انداز و الفاظ میں تنفر ہی تنفر تھا۔آدم نے سر ہلایا پر اس کی آنکھوں میں عجیب سی الجھن تھی .

"ممی ایک بات پوچھوں؟؟"

وہ فارا کمال کی طرف دیکھتا بولا تو وہ محض سر ہلا گئیں۔

"داؤد ویسا کیوں نہیں لگتا جیسا آپ بتاتی ہیں؟؟ وہ اتنا پر سکون سا لگتا ہے۔ہر وقت مدد کو تیار۔ بات کرو تو لگتا ہے جان بھی وارنے کو تیار ہو جائے گا۔اس کی بے تاثر رہنے والی آنکھوں سے محبت چھلکتی کیوں نظر آتی ہے؟ جتنا مرضی تلخ بولوں کبھی دانت سے دانت نہیں اٹھاتا۔ایسا کیوں؟؟"۔

وہ واقعی الجھا سا لگ رہا تھا۔فارا کمال کا چہرہ تن گیا۔آنکھوں میں تنفر پھیل گیا۔

"دو گلا اور میسنا انسان ہے وہ اپنے باپ کی طرح۔اس کے باپ نے بھی مجھ سے شادی تو کر لی پر ساری عمر پہلی بیوی کے عشق میں ہی ڈوبا رہا اور مرتے وقت بھی اس کے لبوں پر اس منحوس عورت کا ہی نام تھا۔ہمیشہ میری حق تلفی کی تمہارے باپ نے اس عورت کے چکر میں میری اور یہ داؤد بھی تو اسی عورت کی اولاد ہے نا۔ہنہ بد صورت آدمی"!!!

ان کے لہجے میں حد درجہ حقارت تھی داؤد کے لئے۔

"ممی آپ نے ہمیشہ کہا کہ داؤد سے دور رہوں یہ اس سے دور رہا۔آپ نے کہا اس کی محبت کا جواب نفرت سے دوں تو میں نے ہمیشہ ایسا ہی کیا۔آپ نے کہا اس کو تضحیق کا نشانہ بناؤں میں نے ہمیشہ ایسا کیا پر ممی اب میں تھک رہا ہوں اس سب سے۔میرا ضمیر ملامت کرنے لگا ہے مجھے۔داؤد نے باپ کے بعد باپ بن کر پالا ہے ہمیں۔مجھے آج بھی یاد ہے پاپا کی بعد جب حالت

بہت برے ہو گئے تو اس نے مزدوری کر کے ہمیں پالا۔ میں نے کام کرنا چاہا تو مجھے سختی سے منع کر دیا۔ خود مزدوری بھی کی گھر بھی چلایا اپنی پڑھائی بھی کی ہماری چوکیداری بھی کی۔ ہمیں برے حالات سے نکالا اور عیش و عشرت والی زندگی دی۔ میں ہمیشہ اس سے بد ظن رہا پر ممی اب اور نہیں ایسا کر پاتا میں۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ داؤد ایسی نفرت اور حقارت کا حق دار نہیں ہے۔"

اس کی بات سنتے فارا کمال کا چہرہ غصّے کے باعث سرخ پڑ گیا۔ وہ اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑواتی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس نیچ اور بد صورت انسان کی خاطر تم مجھ سے ایسے بات کرو گے؟؟ اپنی ماں سے؟؟ یہ اوقات ہے تمہاری نظروں میں میری۔ چلے جاؤ یہاں سے آدم ورنہ میں لحاظ بھول بیٹھوں گی۔"

فارا کمال بولی نہیں گرجی تھیں۔ آدم نے افسوس سے انہیں دیکھا۔

ممی اگر اتنی ہی نفرت ہے اس سے تو اس کا دیا کیوں کھایا جاتا ہے اس گھر "
میں۔اس گھر کا ایک ایک کام اس کی کمائی سے کیوں ہوتا ہے۔اس کا پیسا بے
دریغ کیوں اڑایا جاتا ہے۔کام پڑنے پر آپ اس کے ساتھ میٹھی کیوں بن جاتی
ہیں"

آدم کمال تو آج جیسے فیصلہ کر کے آیا تھا کہ سچ کے سوا کچھ نہ بولے گا۔

"نکل جاؤ میرے کمرے سے ابھی اور اسی وقت۔"

آدم نے نفی میں سر ہلایا۔

آپ کو برا لگا تو سوری ممی پر میں نے ہر بات بلکل سچ کہی ہے۔میرا بھائی ہے"

"وہ اور مجھے اس سے محبت ہے۔

وہ اٹل لہجے میں بولا تھا۔

"آؤٹ "

فارا کمال دروازے کی طرف انگلی کرتی چیخی تھیں۔چہرہ غیز و غضب کی
غمازی کر رہا تھا۔

آدم نے چپ چاپ کمرے سے باہر نکل جانا ہی مناسب سمجھا۔

"میری اولاد ہو کر میرے سامنے ہی زبان چلائے گا۔"

فارا کمال کو آج احساس ہوا کہ وہ داؤد ہی تھا جو ان کی ہر تلخ اور روح چھلنی کر دینے والی باتیں بھی سر جھکا کر چپ چاپ سن لیتا تھا۔ان کی کسی اولاد میں ایسا حوصلہ نہ تھا۔ایسا بلند حوصلہ داؤد کمال کا ہی ہو سکتا تھا۔

فارا کمال کا بس نہ چل رہا تھا کہ داؤد کو جان سے مار ڈالتی جس کی وجہ سے ان کا بیٹا ان کو حقیقت کا آئینہ دکھا کر گیا تھا۔

اس بات کی سزا بھی اب داؤد کمال کو ملنے والی تھی۔اس کے کھاتے میں ایک اور جرم شامل ہو چکا تھا۔ہمیشہ کی طرح بغیر کسی قصور کے۔

MEEM AINN WRITES

ابا کو دوا دے کر سلا کر وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔اس نے تیزی سے آگے بڑھتے موبائل پکڑ کر کال اٹھاتے کان سے لگایا۔

"آخر جناب کو فرصت مل ہی گئی۔"

اس کی بھرپور شکوے بھری آواز کانوں سے ٹکرائی تو ایمان کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھری۔

"بس دیکھ لیں اپنے قیمتی وقت میں سے آپ کے لئے وقت نکال ہی لیا۔"

وہ شرارت سے بولی تو اس دوسری طرف ہلکی سی ہنسی سنائی دی۔

"بہت بے مروت ہیں آپ۔میں اگر کال نہ کروں تو آپ خود کبھی بھی مجھے یاد کرنے کا تکلف نہیں کرتی۔کیا واقعی آپ کو میری یاد نہیں آتی؟؟"

اس کی آواز کا گھمبیر پن محسوس کرتی وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔

"کرتی ہوں نا!!!"

وہ بہت دھیرے سے بولی تھی۔

"کیا کرتی ہیں؟؟"

باسط نے بھی اسی انداز میں سوال کر ڈالا۔

"!!!آپ کو یاد"

آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔وہ بامشکل ہی سن پایا تھا پر سنتے ہی ہونٹوں پر دلفریب مسکان مچل اٹھی۔

"پھر دیدار ہی کروادیں۔دو مہینے سے آپ کو نہیں دیکھا۔آنکھوں کے ساتھ دل بھی ترس رہا ہے۔"

ایمان کی پلکیں لرز اٹھیں۔کچھ ایسا ہی اثر رکھتے تھے اس انسان کے الفاظ۔

"آپ جانتے ناویڈیو کال پر بات نہیں ہوتی مجھ سے"

وہ بے بسی سے بولی تھی۔باسط کے ساتھ رابطے میں رہتے اسے دو ماہ ہو گئے تھے۔وہ اب تک واپس نہ آیا تھا تو ان کی روز کال پر ہی بات ہوتی تھی۔باسط نے ایک دو مرتبہ اسے ویڈیو کال کا کہا پر اس نے منع کر دیا۔

ویڈیو کال کی بات بھی کس نے کی ہے۔آپ کے روبرو آکر آپ سے ملنا"

"چاہتا ہوں۔اپنے گھر کا دروازہ تو کھول کر دیکھیں ذرا۔

اس کی بات پر ایمان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکلتی باہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ چھوٹا سا تو گھر تھا۔اگلے ہی منٹ وہ دروازہ کھول چکی تھی۔

سامنے ہی وہ بڑی شان سے اپنی گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا تھا۔اسے یوں سامنے دیکھ ایمان کی سانسیں رک سی گئیں۔

اگلے ہی پل وہ ڈرتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔اگر محلے سے کوئی دیکھ لیتا تو؟؟

وہ جھرجھری لے کے رہ گئی۔

اف یار دروازہ بند کیوں کر دیا۔ابھی تو سہی سے نظر بھی نہیں پڑی تھی آپ"

"پر۔

وہ بدمزہ ہو کر بولا تو ایمان دروازے میں بنے کی ہول سے چوری چھپے اسے دیکھنے لگی۔

"کسی نے دیکھ لیا تو؟؟آپ پلیز جائیں یہاں سے۔"

وہ ملتجی ہو کر بولی تھی۔اسے خوف کھائے جا رہا تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔

"بہت ظالم ہیں آپ پر میں آج آپ کی ایک بھی نہیں سن رہا۔چادر لے کر آئیں گلی کے باہر گاڑی میں ویٹ کر رہا ہوں میں۔انکار نہیں سننا مجھے آج۔آ جائیں آپ۔"

اپنی بات مکمل کرتا وہ کال بند کر گیا جب کہ ایمان کے چہرے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے خوف کی وجہ سے۔

وہ وہیں کھڑی ہاتھ مسلتی رہی۔سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

ابّا کے اٹھنے میں بہت وقت تھا ابھی۔اتنی جلدی اٹھنے والے نہیں تھے۔

کچھ سوچ کر وہ الماری سے اپنی چادر نکال کر اچھے سے اپنے گرد لپیٹ گئی۔

چہرہ بھی ماسک سے ڈھک لیا۔

"تھوڑی سی دیر میں بس ان کی بات سن کر واپس آ جاؤں گی ابّا کے جاگنے سے پہلے۔"

خود کو تسلی دیتی وہ آخری نظر ابّا پر ڈال کر تالا لگاتی گھر سے باہر نکل گئی۔ گلی کے باہر اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھول گیا تو وہ جھجھکتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھتے ہی وہ گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"کہا جا رہے ہیں پلیز ہم گاڑی میں بیٹھ کر ہی بات کرتے ہیں نا۔"

وہ اسے گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ کر بوکھلا کر بول اٹھی۔ باسط نے گردن گھما کر گہری نظر اس پر ڈالی پھر واپس سامنے روڈ پر۔

یہاں بلکل قریب پارک میں جا رہے ہیں۔ سکون سے بیٹھ کر باتیں کریں"

"گے کچھ دیر۔

اس کی بات پر وہ وہ چپ ہی رہی۔ جانتی تھی اپنی مرضی کر کے ہی دم لے گا۔

پانچ منٹ میں ہی وہ پارک میں پہنچ گئے جو سنسان پڑا تھا۔

باسط اسے لئے پارک کے اندر چلا گیا۔

وہ دونوں آمنے سامنے گھاس پر بیٹھ گئے۔ایمان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں جب کہ ہاتھ مسلسل کپکپا رہے تھے۔ باسط کا دل کیا اس کے مومی ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قید کر کے ان کی نرمی محسوس کرے پر جانتا تھا کہ اس کی اتنی سی جرات سے ہی وہ نازک حسینہ بے ہوش ہو گرے گی۔

"پلیز اب تو یہ نقاب اتار دیں میری پیاری مینا۔اور کتنا تڑپائیں گی۔"

وہ اسے پیار سے مینا بلاتا تھا۔اس کی بات پر وہ جھجکتی ہوئی ماسک اتار کر ایک طرف رکھ گئی۔ نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں۔

اس کے چہرے کو اتنا قریب سے دیکھتے باسط کے دل و دماغ پر ایک سرور بھرا سکون چھانے لگا۔

وہ اس کے سامنے ہی نیم دراز ہو کر دونوں بازو سر کے پیچھے رکھ گیا۔وہ گہری نظروں سے اسے یک ٹک دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھتے رہتے ہیں؟؟"

اس کی گہری نظروں سے گھبراتی وہ ایک دم بول اٹھی۔

باسط درانی جب جب ایمان احمد کو نہ دیکھے تب تب اسے اپنی آنکھیں بے "
"نور لگتی سی ہیں۔

گھمبیر آواز میں بولتا وہ اسے گلابی پڑنے پر مجبور کر گیا۔

"!!!ایسے مت دیکھیں پلیز"

وہ لجا کر بولی تو باسط قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

تصور ہو یا تخیل، خواب ہو یا خیال، میری بے چین نظریں ہر جگہ آپ کو ہی "
"دیکھتی ہیں۔

وہ تو آج جیسے ٹھان چکا تھا کہ اسے منہ چھپانے پر مجبور کر دے گا۔

اف باسط کیا کھا کر آئے ہیں آج آپ؟؟ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی سستا نشہ "
"کیا ہو۔

وہ شرم چھپاتی چڑ کر بولی تھی۔

آپ کی ان غزالی آنکھوں کے نشے سے بڑھ کر بھی کوئی نشہ ہو سکتا ہے کیا؟"

آپ کی ان حسین آنکھوں کے سوا دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے بھلا۔ کسی دن

"جان ہی نہ لے لیں یہ میری۔

اس کی بات پر وہ بلاوجہ ہی سر پر پڑا دوپٹہ مزید ماتھے پر کھینچنے لگی۔اس آدمی

نے آج ٹھان ہی لیا تھا کہ اسے بوکھلا کر چھوڑے گا۔

"جا رہی ہوں میں۔اکیلے بیٹھ کر لگی رہیں۔"

خفگی سے کہتی وہ وہاں سے جانے لگی جب وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

چپ چاپ بیٹھ جائیں ورنہ باخدا آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو واپس بیٹھانا پڑے"

"گا مجھے اور میرے چھونے پر آپ کو ہے زیادہ اعتراض ہو گا۔

اس کی بات پر وہ فورا بیٹھ گئی جیسے ڈر ہو کہ وہ سر پھرا یہ بھی کر گزرے گا۔

"بلکل بھی اچھے نہیں ہیں آپ۔"

منہ پھلا کر بولی تو باسط کو اس پر مزید پیار آنے لگا۔

"جیسا بھی ہوں اب آپ کا ہی ہوں۔"

ہاتھ اٹھا کر بولتا وہ کندھے اچکا گیا۔

"مینا ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گی نا۔آپ کبھی مجھے چھوڑ تو نہیں جائیں گی نا؟؟؟"

اس کے سوال پر ایمان نے اسے دیکھا تو اسے باسط کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف نظر آیا۔

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔جانے کیوں اس کے دل کو اس بات کا دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ اس کی مینا اس سے جدا ہو جائے گی۔

"آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی۔میرا آخری جزیرہ ہیں آپ۔مجھے موت تو قبول ہے پر آپ سے جدائی نہیں۔"

اس کا لہجہ اٹل تھا۔ہر طرح کے شبے سے پاک۔

"اپنی بات پر ہمیشہ کھری رہئے گا۔"

وہ مزید کچھ دیر بات کرتے رہے۔ایمان اب ایزی ہو کر بات کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے گھر جانے کی جلدی مچائی تو باسط کو اس کی ماننی ہی پڑی۔

وہ کافی دیر سے لاؤنج میں چکراتی پھر رہی تھی۔زلیخہ کو اسے دیکھ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ میری جان کال کی ہے نا اشعر کو آ رہا ہو گا۔"

وہ اسے حوصلہ دیتی بولی تو زلیخہ منہ بناتی دھپ سے اس کے قریب بیٹھی۔

"مر جائے گا یہ انسان میرے ہاتھوں بتا رہی ہوں آپ کو۔"

وہ دانت کچکچا کر بولی تو اس کی شکل اور انداز دیکھتی ہنس دی۔

"اچھا پریشان مت ہو میں دوبارہ کال کرتی ہوں۔"

زلیخہ نے اشعر کو کال کرنے کے لئے موبائل اٹھایا تبھی آدم وہاں آیا۔

"کیا ہوا خیریت؟؟"

اس نے بہت دھیان سے زونیہ کی تیاری دیکھی تھی۔

ویلویٹ کا گہرے مہرون رنگ کا پیروں کو چھوتا فراک پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے لبوں پر گہرا مہرون لب بکھیرے وہ اچھی نہیں بہت زیادہ اچھی لگ

رہی تھی۔آنکھوں پر لگا چشمہ آج غائب تھا اس کی جگہ لینز لگائے ہوئے تھے۔

"میری تیاری کو بھرپور توجہ سے دیکھ لیا ہو تو میرا مسلہ بھی سن لیں اب۔" زونیہ کی آواز پر وہ سر جھٹک گیا۔مجال تھی جو یہ لڑکی کبھی اپنی زبان پر قابو پا لیتی۔

"!!!ارشاد فرماؤ"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس کے بلکل سامنے کھڑا ہوتا بولا تو وہ دو قدم چل کر اس کے نزدیک آئی۔

"میرے کالج میں پارٹی ہے آج۔اشر کے بچے نے کہا تھا لے جائے گا مجھے پر اب تک گھر واپس نہیں آیا اور نہ ہی کال اٹھا رہا ہے میری اب۔"

پریشان ہوتی وہ ایک ہی سانس میں اپنا مسلہ بتا گئی آدم کمال کو جس سے کسی قسم کی مدد کی توقع تو نہیں تھی۔

"آجاؤ میں ویٹ کر رہا ہوں گاڑی میں۔"

وہ لاپرواہی سے بولتا وہیں سے واپس مڑ گیا تو زونیہ کی باچھیاں پھیل گئیں۔ وہ ایک سیکنڈ کی دیر کے بغیر صوفے سے اپنا پرس اور موبائل اٹھا کر باہر کی جانب بھاگی جہاں وہ پہلے سے گاڑی سٹارٹ کیے بیٹھا تھا۔

اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا گیا۔

"آپ نے بتایا نہیں کہ کسی لگ رہی ہوں میں؟؟"

وہ رخ اس کی طرف موڑ کر بیٹھتی اس کے وجیح چہرے کو دیکھتی روشن آنکھوں سے پوچھنے لگی۔

"!!! ویسی ہی جیسے ہمیشہ لگتی ہو"

اس کے سپاٹ انداز پر زونیہ کی روشن آنکھیں ایک دم بجھی تھیں۔

"ہمیشہ تو ایسے نہیں تیار ہوتی۔ یے رنگ بھی پہلی دفعہ پہنا ہے میں نے۔"

اس کی بات پر آدم نے پل بھر کے لئے نظر پھیر کر اس کی طرف دیکھا پھر نظریں سامنے روڈ پر جما دیں۔

"اچھا!!! میں نے نوٹ نہیں کیا۔"

اب بھی وہ اسی لاپرواہ انداز میں بولا تھا۔

پہلی دفعہ زونیہ اس کے انداز سے ہرٹ ہوئی تھی۔ وہ تو ہمیشہ سے ہی ایسا تھا اور اسی انداز میں بات کرتا تھا پر اسے بہت تکلیف ہوئی تھی اس کے انداز سے آج۔

اس کے بعد وہ کالج جانے تک خاموش رہی تھی۔ کالج میں فنکشن کے دوران بھی وہ بہت چپ چپ سی تھی۔

واپسی پر اسے لینے اشعر آیا تھا۔

وہ گاڑی کے باہر ہی کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"!!!اوئے ہوئے"

اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے وہ آنکھوں میں شوخ پن لئے سیٹی مارتا بولا تو زونیہ نے اس کے کندھے پر تھپڑ مارا۔

"کیا بات ہے بھئی آج تو اپنی شیداں پہچانی ہی نہیں جا رہی۔"

اشعر کی تعریف کا بھی اپنا ایک الگ ہی انداز تھا۔

"بکواس مت کرو۔"

اسے گھور کر کہتی وہ دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تو وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو اس کلر میں یار۔ پہلی دفعہ تم نے ایسا گہرا رنگ پہنا ہے اور تمہیں حد سے زیادہ سوٹ کیا ہے بس ایک چیز کی کمی ہے!!!"

وہ سنجیدہ ہو کر بولا تو زونیہ نے بے ساختہ اسے دیکھا۔

"کس چیز کی؟؟"

وہ بے صبری سے پوچھنے لگی۔

"گلاسز کی!! یقین جانو عینک لگا کر بلکل پانڈا جیسی کیوٹ لگتی ہو۔"

وہ کہہ کر زور سے ہنسنے لگا جب زونیہ چیختی ہوئی اس پر مکے برسا رہی تھی۔

"بہت کمینے ہو تم۔ تم ہو گے موٹے پانڈا۔ تمہیں کس اینگل سے پانڈا دیکھ رہی ہوں۔"

وہ اس کے بال زور سے کھینچتی پوچھ رہی تھی جب کہ اپنے بالوں پر اس کی سخت گرفت محسوس کرتے اشعر بوکھلا گیا۔

"چھوڑ دے اللہ کی بندی ابھی تو بلکل کنوآرا پیس ہوں۔ مجھے گنجا ہونے کا کوئی ارمان نہیں وہ بھی بھری جوانی میں۔ اس حال میں کسی نے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی نہیں دینا مجھ مظلوم کو۔"

اس کی آہ و پکار پر زونیہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کوئی بہت بڑے نوٹنکی ہو تم۔ فکر نہ کرو تمہیں ان بالوں کے ساتھ بھی کسی نے اپنی لڑکی نہیں دینی جس قدر تم لڑکی کو ترسے ہوئے ہو۔"

وہ اس کے بال چھوڑ کر ہاتھ جھاڑتی بولی تو اشعر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ڈائن ہو تم پوری۔ تمہاری زبان میں خاک۔ لڑکیاں مرتی ہیں میری حسین شکل اور ہینڈسم پر سنیلیٹی پر!!!"۔

وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر ایک ادا سے بولا تھا پر اگلے ہی پل کراہ کر رہ گیا جب زونیہ نے اس کی گردن کے پیچھے اپنے نازک ہاتھ کا زوردار تھپڑ مارا۔

"ڈائن ہو گی تمہاری ہونے والی بیوی خبر دار مجھے ایسا بولا تو۔ شودہ انسان۔"

اس کی بات پر وہ اسے گھور کر رہ گیا پر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر مسکان چھا گئی جب زونیہ کے چہرے پر سکون بھری مسکراہٹ دیکھی۔ اس کی آنکھیں بھی اس مسکراہٹ کا ساتھ دے رہی تھیں۔

وہ لاکھ اسے تنگ کرتا پر وہ اسے اداس نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی اداس اور بے رونق آنکھیں میں رنگ بھرنے کی چھوٹی سی کوشش کی تھی اس نے جس میں کامیاب بھی ٹھہرا تھا۔

باقی راستہ وہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے آئے تھے۔

MEEM AINN WRITES

"داؤد میں کون سا ڈریس پہنوں آج؟؟؟"

وہ الماری میں منہ دیے وہیں سے اونچی آواز میں بولی تو کمرے میں بیٹھا داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔ پھر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔

"آپ جانتی تو ہیں ہر رنگ میں اچھی لگتی ہیں مجھے آپ۔ کوئی بھی پہن لیں۔"

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوتا دونوں بازو سینے پر باندھے اسے دیکھنے لگا جو نائٹ ڈریس میں ملبوس مصروف سی اپنے کپڑے دیکھ رہی تھی۔

"!! یہ والا ڈریس پہن لیں"

اچانک وہ آگے بڑھ کر اس کے بلکل پیچھے کھڑے ہوتے ایک ڈریس پر ہاتھ رکھ کر بولا تو زلیخہ اچنبے سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ ایک سیاہ رنگ کی شلوار قمیض تھی جس کے ساتھ سرخ کامدار شال تھی۔ وہ بہت خوب صورت جوڑا تھا پر مسلہ یہ تھا کہ زلیخہ نے کبھی ایسا لباس پہنا نہیں تھا۔

وہ انکار کرنا چاہتی تھی پر پھر جانے کیا سوچ کر مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

ڈریس پکڑ کر وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی تو داؤد خود بھی چینج کرنے لگا۔

اس کے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہ ریڈی ہو چکا تھا اور اب اس کا انتظار کر رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔

اس نے اندر آنے کی اجازت دی تو ملازمہ اندر آئی۔

صاحب جی بڑی بیگم صاحبہ آپ کو نیچے بلا رہی ہیں۔ کہہ رہی ہیں ابھی بات" "سنیں آ کر ان کی۔

اس کی بات سنتے داؤد فورا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا۔

وہ نیچے آیا تو فارا کمال ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھی تھیں۔ باقی سب بھی وہیں ہی تھے۔

وہ سب کو مشترکہ سلام کرتا ماں کی طرف بڑھ گیا۔ ان کا ماتھا چوما پھر ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگائے۔

"!!!بیٹھو داؤد"

ان کے کہنے پر داؤد پاس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ممی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی؟؟"

وہ تفکر سے ان کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر بولا تو فارا کمال نے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

"شکر ہے تمہیں بھی خیال آیا میری طبیعت پوچھنے کا۔ ورنہ بیوی کے بتانے پر تو تم نے میری خیریت پوچھنا گوارا نہیں کی۔"

ان کی بات پر داؤد نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"کیا مطلب ممی؟؟ زلیخہ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

اس کی بات پر فارا کمال عجب سے انداز میں مسکرا دیں۔

"میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی رات۔ شوگر کم ہو گئی تھی۔ تمہاری بیوی کو بلایا تھا پاس پر وہ ملکہ عالیہ تو نیند کا بہانہ کرتی نکل گئی۔ ظاہر ہے تمہیں بھی تو بتایا ہی ہو گا میری طبیعت کا۔"

ان کی بات پر داؤد کی آنکھوں کا تاثر پل میں بدلہ تھا جسے وہاں بیٹھے ہر فرد نے محسوس کیا تھا۔سب نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے کو دیکھتے افسوس ظاہر کر رہے تھے۔

داؤد رات کافی دیر سے گھر واپس لوٹا تھا۔سب سے پہلے فارا کمال کے کمرے میں گیا تو وہ سو رہی تھیں جب کہ زلیخہ اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ان دونوں نے کھانا ایک ساتھ کھایا تھا اور پھر کافی دیر باتیں کرنے کے بعد سوئے تھے پر اس نے داؤد سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔

اگلے ہی پل اس کی تیز دھاڑ کمال ہاؤس میں گونج اٹھی۔

"!!!!زلیخہ"

اس کی تیز پکار پر کچھ ہی پل کے بعد زلیخہ حیران سی وہاں آئی۔پہلی دفعہ اس نے داؤد کو اس قدر اونچی آواز میں بولتے سنا تھا۔

"!!جج۔۔۔جی*

اس کی بوکھلاہٹ وہاں بیٹھے ہر فرد نے محسوس کی تھی۔

رات ممی کی طبیعت خراب تھی۔آپ کو ان کے پاس رکنا چاہیئے تھا۔اگر"
زیادہ نیند آرہی تھی تو وہیں ممی کے پاس سو جاتی آپ۔آپ نے مجھے بتانا بھی
"گوارا نہیں کیا ممی کی طبیعت کے بارے میں۔

اس کا لہجہ ہر تاثر اور جذبے سے پاک تھا۔سرد اور ہڈیوں کو ٹھٹھرا دینے والا
لہجہ۔

زلیخہ شاک میں چلی گئی۔وہ سوچنے لگی کہ ایسا کب ہوا تھا۔

داؤد میں سونے سے پہلے ممی کو دیکھ کر گئی تھی تب بلکل ٹھیک تھیں اور مجھے"
"بتایا بھی.۔۔۔۔

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کرا گیا۔

زلیخہ لب بھینچ گئی۔

زونیہ اشعر اور طالب افسوس بھری نظروں سے فارا کمال کو دیکھ رہے تھے
جب کہ آدم سپاٹ نظروں سے۔

ممی زلخہ کی طرف سے میں سوری کرتا ہوں۔پلیز آخری خطا سمجھ کر معاف"
"کردیں آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔

وہ ماں کے پیروں میں بیٹھتا ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا عاجزی سے بولا تھا۔
زلیخہ ایک پل بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

ممی زلیخہ کی طرف سے میں سوری کرتا ہوں۔پلیز آخری خطا سمجھ کر"
"معاف کردیں آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔

وہ ماں کے پیروں میں بیٹھتا ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا عاجزی سے بولا تھا۔
زلیخہ ایک پل بھی ضائع کیے بغیر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

داؤد نے ایک پل کو گردن موڑ کر اسے وہاں سے بھاگتے دیکھا پھر ماں کی طرف مڑا۔

"ممی وہ نا سمجھ ہے۔اس نے اپنے پاس رشتے نہیں دیکھے شروع سے۔بہت سی باتوں اور اقدار سے لا علم ہے وہ۔اگر اس سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو پلیز اسے پیار سے سمجھا دیا کریں یقین کریں وہ آپ کی بات کی نفی کبھی نہیں کرے گی۔بہت نازک سا دل ہے اس کا آپ پلیز اسے پیار سے ٹریٹ کریں وہ اس سے دگنا پیار آپ کو دے گی۔"

وہ ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے دھیمے لہجے میں بولتا جا رہا تھا اور فارا کمال کا چہرہ تنتا جا رہا تھا۔

ماں کے سامنے اب بیوی کی طرف داری کروگے تم۔بیوی کے آتے ہی"
"ماں کی اہمیت صفر ہو گئی۔

فارا کمال کی بات پر سب نے اکتا کر ان کی جانب دیکھا جب کہ داؤد نے پریشانی سے۔

ہر گز نہیں ممی۔میں اچھے سے جانتا ہوں کہ ماں ماں ہوتی ہے اور بیوی بیوی"
!!!آپ دونوں میری زندگی میں موجود دو اہم ہستیاں ہیں اس لئے پلیز ایسے بول کر مجھے شرمندہ مت کریں۔آپ ناشتہ کریں میں آفس کے لئے نکلتا
"ہوں۔

پھر سے ان کے ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتا وہ اپنا بیگ پکڑ کر وہاں سے نکل گیا حالاں کے شدّت سے دل چاہ رہا تھا کہ اس کے پیچھے واپس جائے پر داؤد کمال نے پوری زندگی اپنے دل کی سنی ہی کہاں تھی۔

MEEM AINN WRITES

کمرے میں آکر وہ بیڈ پر گرتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ داؤد کا یہ سرد انداز کہاں برداشت تھا اسے۔

Zubi Novels Zone

ہاں ٹھیک ہے کہ اس نے اپنے بہن بھائیوں کے سامنے اس سے معافی منگوا کر اسے شرمندہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے حصّے کی معافی خود مانگی۔

پر وہ کیسے بھول سکتی تھی کہ کس قدر سرد انداز میں اس نے بات کی تھی اس سے۔

اس کی پسند کا جوڑا پہنے کتنے دل سے تیار ہوئی تھی وہ۔ پہلی دفعہ اس نے ایسے کپڑے پہنے تھے وہ بھی صرف داؤد کی پسند کی وجہ سے پر اس نے ایک نظر اسے دیکھنا گوارہ نہ کیا اور ڈانٹ بھی پلا دی۔

اگلے ہی پل وہ آنکھیں صاف کرتی اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ ہاتھ بڑھا کر کانوں میں پہنے ٹاپس کو اتار پھینکنے کے بعد میک اپ وائپس سے چہرہ صاف کر کے جوتا ایک طرف اتارتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

کپڑے اتار کر سمپل سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن کر واپس بیڈ پر آ گئی۔

آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

.یوں ہی بھوکے پیٹ کب اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہیں چلا

داؤد کے کال کرنے پر زونیہ تین دفعہ اس کا ناشتہ لے کر آئی تھی پر اس نے کمرے کا دروازہ نہ کھولا۔ وہ داؤد کو کال کر کے صورت حال سے آگاہ کر چکی تھی۔

وہ رات نو بجے گھر میں داخل ہوا تھا۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ جلدی گھر نہ آسکا کیوں کہ اچانک ہی ایک میٹنگ میں جانا پڑ گیا۔

حسب معمول وہ سب سے پہلے فارا کمال کے کمرے میں گیا تھا۔ گھنٹہ بھر ان کے کمرے میں گزارنے کے بعد وہ دس بجے اپنے کمرے کی طرف بڑھا پھر

کچھ سوچ کر اپنا رخ کچن کی طرف کر لیا۔بیگ وہ باہر صوفے پر رکھ چکا تھا۔ کچن میں جا کر کھانا گرم کیا اور ساتھ دودھ جگ میں ڈال کر دو گلاسوں کے ساتھ ٹرے میں رکھا اور پھر کمرے کا رخ کیا۔

ٹرے ایک ہاتھ سے سنبھالتے دوسرے ہاتھ سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو گہرے اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

احتیاط سے قدم اٹھاتے کمرے کی مین لائٹ آن کی تو کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ بیڈ پر لیٹے وجود نے بے ساختہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر روشنی سے بچنا چاہا تھا۔

ٹرے ٹیبل پر سیٹ کرنے کے بعد وہ کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکتا بیڈ کی طرف بڑھا۔زلیخہ نے سر تک کمبل تان لیا تھا۔داؤد نے جھک کر کمبل اس

کے چہرے سے ہٹایا تو نظریں سیدھا اس کے ستے ہوئے چہرے سے ٹکرائیں۔ سوجی ہوئی لال آنکھیں بھاری پیوٹے سرخ گال اور بکھرے بال لئے وہ لب دانتوں تلے دبائے پڑی تھی۔

اس کی حالت دیکھتے وہ من ہی من میں خود کو ایک مہذب گالی سے نواز گیا۔

(گالی اور وہ بھی مہذب 😂)

اسے دیکھتے ہی وہ رخ پھیر گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ داؤد کو صورت حال کی سنجیدگی کا احساس ہوا تو پیشانی مسل کر رہ گیا۔

ایک لفظ بھی بولے بغیر اس نے ایک جھٹکے سے زلیخہ کو گود میں اٹھایا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی اچانک حرکت پر وہ بوکھلا کر رہ گئی۔

"!!!، چھوڑیں مجھے کیا کر رہے ہیں یہ"

گرنے کے خوف سے وہ تیزی سے اس کی گردن کے گرد بازو باندھتی بولی تو وہ نظریں جھکا کر اس کی شربتی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

ان خوب صورت آنکھوں پر صرف داؤد کمال کا حق ہے اس لیے آپ کو" "کوئی حق نہیں پہنچتا کہ انہیں تکلیف دیں۔

بھاری آواز میں کہتا وہ جھک کر اس کی شربتی آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا تو اس کا لمس محسوس کرتی زلیخہ آنکھیں موند گئی۔ بے اختیار دو موتی ٹوٹ کر آنکھوں کی باڑ پھلانگ گئے جنھیں وہ بے جھجک اپنے لبوں سے چن گیا۔

"فریش ہو کر باہر آئیں جلدی۔"

اسے باتھ روم کے دروازے پر اتار کر بولا تو وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر فریش ہونے چلی گئی۔

داؤد بھی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ اس کے فریش ہونے تک چینج کر لے۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو داؤد صوفے پر بیٹھا تھا۔اسے دیکھتے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی وہ اسے ہاتھ سے پکڑتا اپنی ٹانگ پر بیٹھا چکا تھا۔اس کی حرکت پر زلیخہ کا چہرہ سرخ پڑا۔اس نے اٹھنا چاہا پر وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتا اس کی کوشش ناکام بنا گیا۔

"کھانا کھائے بغیر آپ کہیں نہیں جاسکتی۔"

اس کے حکم پر وہ آنکھیں گھما کر رہ گئی۔

"مجھے نہ ہی بھوک محسوس ہو رہی ہے اور نہ ہی مجھے کچھ کھانا ہے۔"

اس کے انداز میں محسوس کی جانے والی خفگی تھی۔

مقابل کیسے نہ پہچانتا؟

"زلیخہ میں نے کل رات کے بعد اب تک کچھ بھی نہیں کھایا اور یقین کریں بہت بھوک لگی ہوئی ہے۔اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں بھوکا رہوں تو ٹھیک ہے آپ یہاں سے جاسکتی ہیں۔"

اس کی سنجیدہ آواز پر وہ چپ بیٹھی رہ گئی تو اس کی رضامندی محسوس کرتے داؤد کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ چمکی۔

وہ اپنے ساتھ اسے بھی کھلاتا رہا کیوں کہ اچھے سے جانتا تھا کہ اس نے بھی صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ وہ بھی چپ چاپ کھاتی رہی صرف داؤد کی خاطر۔

کھانا ختم کرنے کے بعد داؤد نے گلاس میں دودھ ڈالتے گلاس اس کے لبوں سے لگایا تو وہ منہ بناتی ایک ہی گھونٹ میں گلاس خالی کر گئی۔

"گڈ گرل!!!"

اس کا گال تھپتھپا کر شاباشی دیتے اس نے اسی گلاس میں اپنے لئے دودھ ڈالا۔

دودھ پینے کے بعد اس نے برتن وہیں چھوڑے اور اسے بازوؤں میں اٹھائے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

زلیخہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی جب کہ وہ اسے ڈریسنگ روم کے اندر لے آیا۔

"صبح والا جوڑا پہن کر بلکل ویسا ہی تیار ہوں گی آپ۔دس منٹ ہیں بس آپ کے پاس تب تک میں یہ برتن کچن میں رکھ آؤں۔"

اسے زمین پر کھڑا کرنے کے بعد وہ اپنا حکم سناتا اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چلتا بنا۔

زلیخہ کا دل کیا سب کچھ بھاڑ میں بھیج کر بستر میں گھس جائے پر کمبخت دل کا کیا کرتی جو داؤد کی ہر پکار پر لبیک کہنے پر تیار بیٹھا ہوتا تھا۔ گہرا سانس بھرتی وہ تیار ہونے لگی۔

چہرہ البتہ سپاٹ تھا۔

وہ واپس کمرے میں آیا تو وہ ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ لاک کرتا وہ بلکل اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ گہری نظریں آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پر جمی تھیں۔

اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتا وہ اسے کھڑا کرتے اس کا رخ موڑ گیا۔

زلیخہ نے نظریں جھکالیں۔داؤد نے دو قدم پیچھے کی طرف اٹھائے اور اسے بھی ہاتھ سے پکڑ کر اپنے نزدیک کیا۔ایک بھرپور نگاہ سر سے پیر تک اس کے دلکش سراپے پر ڈالی۔اس نے دل نے برملا اقرار کیا تھا کہ مشرقی لباس میں وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔یہ رنگ اس کی شادابی رنگت پر خوب کھل رہا تھا۔

حسین ترین "لفظ جب سماعت سے ٹکراتا ہے تو ذہن کے دریچوں پر آپ کا" واضح عکس ابھرتا ہے۔"خوبصورت" لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس کے پس منظر میں آپ کا دلکش وجود تصور کیا جاتا ہے۔اتنی ہی حسین ہیں آپ !!!"۔

اس کے بال کندھے سے پکڑ کر پیچھے کمر پر گراتا وہ صاف لفظوں میں اس کی تعریف کر رہا تھا یا اپنے لفظوں کا ازالہ؟؟زلیخہ سمجھ نہ سکی پر جب نظریں اٹھا

کراس کی گہری آنکھیں میں جھانکا تو وہاں موجود جذبات کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔

وہ جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھتا وہیں ٹھہر گیا۔اس کا لمس محسوس کرتی زلیخہ آنکھیں موند گئی۔ کئی پل خاموشی سے یوں ہی سرک گئے پھر وہ جھک کر اس کے ملائم گال اپنے عنابی لبوں سے چھونے لگا۔زلیخہ کی رنگت سفید سے سرخ پڑنے لگی۔

گالوں پر اپنا میٹھا لمس چھوڑتے وہ پیچھے ہٹا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا پھر پل کی بھی دیری کیے بغیر اسے باہوں میں بھر تا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی حرکت پر زلیخہ کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی بڑھی تھی۔اسے بیڈ پر لیٹانے کے بعد وہ سائیڈ لیمپ آن کر تا مین لائٹ آف کر گیا۔

کمرے میں اب دھیمی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کے زیر اثر زلیخہ کا چہرہ چمک رہا تھا۔

وہ اس کے قریب نیم دراز ہو کر اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیتا اپنے سینے پر گرا گیا۔

"کیا مجھے معافی مل سکتی ہے؟"

اس کے گال کو اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلاتا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا تو اس کے سوال پر زلیخہ کی آنکھیں اداس ہو گئیں اور ان آنکھوں کے بدلتے تاثرات سے داؤد کمال انجان نہ تھا۔

میں بیوقوف یا گدھا نہیں ہو زلیخہ۔ سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان ہوں۔اگر" خاموش ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر بات سے انجان ہوں۔پر بعض اوقات آپ کو سب دیکھتے ہوئے اپنی آنکھیں بند رکھنی پڑتی ہیں، سب سنتے ہوئے کان بند رکھنے پڑتے ہیں اور سب سمجھتے ہوئے دماغ بند رکھنا پڑتا ہے کیوں کہ اگر آپ سیدھے ہو کر ہر حالات اور انسان سے نمٹنا شروع کر دو تو بہت سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔مجھے رشتے بچانے آتے ہیں زلیخہ!!!"۔

اس کی باتوں پر زلیخہ چونک کی اسے دیکھنے لگی۔ان سب باتوں کا کیا مطلب تھا؟؟ کیا داؤد فاراکمال کی اصلیت سے واقف تھا؟؟

ایک اور بات!! میں کانوں کا کچا مرد نہیں ہوں زلیخہ!!!"۔"

وہ اب نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

جہاں تک بات ہے سب کے سامنے آپ کے ساتھ روڈ بیہیو کی تو اس کے لئے میں آپ سے بغیر جھجکے ہزار دفعہ معافی مانگ سکتا ہوں پر ماں کو ان کی تمام اولاد کے سامنے کیسے جھوٹا قرار دے سکتا ہوں زلیخہ!!! وہ جیسی بھی ہیں میری ماں ہیں۔ اگر ان کی سب سے بڑی اولاد ان کی باقی اولاد کے سامنے ان کی جھٹلا کر ان کا وقار گرا دے گی تو باقی تمام اولاد پر کیا اثر پڑے گا؟؟؟ میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا۔ آج کے بعد میں ہر چھوٹی بات کا بھی بھرپور دھیان رکھوں گا تاکہ آپ کو بغیر قصور کے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ کیا آپ مجھے معاف کر دیں گی؟؟"۔

وہ بولتا جا رہا تھا اور زلیخہ کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔ وہ ایسا کیوں تھا۔ اس قدر اچھا کیوں تھا۔ آج کل کہاں ہوتے ہیں ایسے فرماں بردار بیٹے اور نرم گو احساس کرنے والے اور عزت دینے والے مرد۔

زلیخہ بے ساختہ مسکرادی۔پھراوپر کواٹھتی اس کے کندھے پرہاتھ جمما کراس کے گال پرلب رکھ گئی۔

داؤد کی آنکھوں کے تاثرات یک بارگی میں بدلے تھے۔اس کا چہرہ دیکھتے زلیخہ کواس پر بے تحاشہ پیار آنے لگا۔اس پل وہ اسے بے حد کیوٹ لگا تھا۔ اسے اپنی ہی سوچ پر ہنسی آئی۔اس قدر بھرپور اونچا لمبا اور سنجیدگی کا پیکر مرد کس طرح کیوٹ ہو سکتا تھا پر اس پل وہ زلیخہ کو کیوٹ ہی لگ رہا تھا۔

"آپ کی اس عنایت کے بعد میں سمجھوں کہ مجھے معافی مل چکی ہے؟؟"

وہ اس کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسے مزید نزدیک کرتا بولا تو وہ مسکراتے ہوئے سر ہلاتی اس کے مظبوط شانے پر اپنا سر رکھ گئی تو داؤد اسے مضبوطی سے خود میں بھینچ گیا۔

وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا پوری جاں فشانی سے زمین پر پھولوں کی پتیاں بکھیر رہا تھا جب پیچھے سے پڑنے والی ٹھوکر پر منہ کے بل گرا۔ایک دم دونوں ہاتھ زمین پر ٹکاتا وہ اپنا منہ زمین پر لگنے سے بچا گیا۔

تڑپ کر پیچھے دیکھا تو طالب کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اسے دیکھتا بتیسی دکھا رہا تھا۔

"ایسی کون سی عظیم غلطی سرزد ہو گئی ہے مجھ معصوم سے جو تم مجھے ٹھڈے مار کر اس جہاں فانی سے رخصت کرنے کے درپر ہو۔"

وہ بیچارہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا اپنی اس قدر عزت پر۔

ہاں اتنے ہی نازک حسینہ ہو نا تم کہ ایک ٹھڈا لگنے سے اس دار فانی سے "
کوچ کر جاؤ گے۔ ویسے بھی ٹھوکر لگنے سے عقل آتی ہے اس لئے ٹھڈے مار
"کر صاحب عقل بنا رہا ہوں تمہیں۔

اس کی تفصیل پر اشعر نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا تھا جس کا اثر لئے
بغیر وہ پھر سے اسے ٹھوکر لگاتا آگے گزر گیا تو اشعر بلبلا اٹھا۔

یہ کیا تم لوگوں نے ٹھڈا ٹھڈا لگایا ہوا ہے۔ ٹھوکر بولتے ہوئے زبان جلتی "
"ہے کیا۔

زونیہ ٹیبل سے اترتی ان دونوں کو گھور کر بولی تو اشعر بلبلا اٹھا۔

وہ میری کمر توڑ گیا اور تمہیں اردو کی استانی بننے سے فرصت نہیں۔ تمہیں "
اٹھ کر اس کا منہ توڑنا چاہئے تھا کہ میرے پیارے اور معصوم اشعر پر یہ ظلم کا
"پہاڑ توڑنے کی تمہاری ہمّت بھی کیسے ہوئی۔

وہ بھرپور جذباتی انداز میں بول رہا تھا جب کہ اس کے لئے معصوم کا لفظ سنتے
زونیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کا ردعمل دیکھتے طالب کا

چھت پھاڑ قہقہہ بے ساختہ تھا۔ان دونوں کی حرکتیں دیکھتے اشعر بیچارہ شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

کرو جی بھر کر مجھے ذلیل تم لوگ وہ بھی بھری جوانی میں۔اللہ کرے"

طالب تم صبح آفس جاؤ اور تمہاری خوبصورت سیکرٹری کے سامنے تمہاری پینٹ پھٹ جائے پیچھے سے اور زونی ڈائین تم!!!اللہ کرے آدم بھیا تم سے "شادی سے انکار کر دیں۔

جل کر کہتا وہ پھر سے اپنے سابقہ کام میں مشغول ہو گیا۔

اس کی بات پر وہ دونوں تڑپ ہی تو اٹھے تھے۔کس قدر خوفناک نقشہ کھینچا تھا اس نے۔

تمہارے منہ میں خاک!!!! تمہیں کوئی لڑکی منہ نہیں لگاتی نا اسی لئے"

"جلتے ہو مجھ سے تم۔

زونیہ کی بات پر وہ عش عش کر اٹھا۔

تم لوگ لڑتے مرتے رہو۔وقت پر تیاری مکمل نہ ہوئی تو سارے سرپرائز"

"کا ستیاناس ہو جائے گا۔

طالب کی پکار پر وہ ہوش میں آتے اپنی بحث بعد پر اٹھاتے تیزی سے ہاتھ چلانے لگے۔

فارا کمال آج گھر نہیں تھیں اپنی دوستوں کے ساتھ کسی پارٹی میں گئی تھیں اور کافی دیر سے آنے والی تھیں اس لئے ان تینوں نے مل کر داؤد اور زلیخہ کو سرپرائز دینے کا سوچا تھا۔

وہ دونوں شاپنگ پر گئے تھے اور آنے ہی والے تھے جب کہ انہیں ان دونو۔ دونوں کے آنے سے پہلے ان کا کمرہ سجانا تھا اس لئے تیزی سے ہاتھ چلانے لگے۔

MEEM AINN WRITES

وہ سرخ آنکھیں اور ستا ہوا چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ابھی صبح ہی اس کے ابا نے اسے بتایا تھا کہ تین دن بعد اس کا نکاح ہے۔

اس نے کوشش کی کہ وہ ابّا کو باسط کے متعلق بتائے پر ابّا کے جھریوں زدہ چہرے پر سجی آنکھوں میں موجود امید اور مان کی چمک نے اسے زبان ہی نہ کھولنے دی اور وہ نوے فیصد مشرقی لڑکیوں کی طرح باپ کے فیصلے پر سر جھکا گئی۔

صبح سے بار بار باسط اس کے نمبر پر کال ملا رہا تھا پر اس نے ایک کال بھی نہ اٹھائی۔ صبح سے شام ہو گئی تھی وہ وہ بیٹھی اپنی قسمت کے اس کھیل پر رو رہی تھی۔

اچانک باہر کا دروازہ بجا تو وہ آنکھیں ایک مرتبہ پھر سے رگڑتی دروازہ کھولنے چل دی۔

بے دھیانی میں پوچھے بغیر ہی دروازہ کھول دیا پر مقابل پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ تیزی سے دروازہ بند کرنے لگی جب وہ دروازے

کے بیچ ہاتھ رکھ گیا اور گہری نظروں اور سپاٹ چہرے سے اس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کے پاس صرف دو منٹ ہیں چادر لے کر باہر آئیں ورنہ تیسرے منٹ پر میں اس گھر کی دہلیز پار کر کے اندر داخل ہو جاؤں گا۔"

اس کی سرد آواز پر وہ گہرا سانس بر کر رہ گئی۔ فیصلے کا وقت آ چکا تھا۔ اسے حقیقت سے آگاہ کرنا ہی تھا اس لئے وہ سر ہلاتی اندر چلی گئی۔ ابّا دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند میں تھے۔ اس نے چادر اوڑھ کر موبائل ہاتھ میں دبایا اور گھر سے نکل آئی۔ باہر سے تالا لگاتی وہ گلی کے نکڑ تک گئی جہاں اس کی گاڑی کھڑی تھی۔

اس کے بیٹھتے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا گیا۔ گاڑی کا رخ اسی پارک کی طرف تھا جہاں وہ اکثر ملتے تھے۔

وہاں پہنچنے تک دونوں ایک لفظ نہ بولے تھے۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں پارک میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

پہل ایمان نے کی تھی۔وہ ہاتھ میں پکڑا موبائل اس کے آگے رکھ گئی تو وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا جیسے اس کی حرکت کا مقصد جاننا چاہ رہا ہو۔

"میں اب مزید اسے نہیں رکھ سکتی۔آپ کی امانت تھی آپ کو لوٹا دی۔اس آخری ملاقات میں آپ کی دی یہ نشانی بھی آپ کو لوٹا رہی ہوں۔"

اس کی بات پر باسط ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔اسے اس کی بات کی قطعاً بھی سمجھ نہ آئی تھی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا؟؟آپ کی آنکھوں سے صاف نظر آرہا ہے کہ کافی دیر روتی رہی ہیں میری کال بھی نہیں اٹھا رہی تھی اور اب اس عجیب ترین بات کا مقصد؟؟"

اس کے سوال پر ایمان نے گہری سانس بھرتے اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کی۔

"میری شادی ہو رہی ہے تین دن بعد!!!"

یہ اطلاع نہیں تھی ایک دھماکہ تھا جو باسط درانی کے سر پر ہوا تھا۔ وہ حیرت و بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھتا چلا جا رہا تھا۔

مذاق کر رہیں ہیں نا۔ آپ میری ہیں تو میرے علاوہ کسی اور کی کیسے ہو سکتی"

ہیں۔ میرے ساتھ ایسا مذاق مت کریں میرا دل رک جائے گا۔ مجھے اپنی

"موت قبول ہے پر آپ کی جدائی نہیں۔

وہ بے قرار ہو کر اس کا ہاتھ تھامنے لگا تو وہ نفی میں سر ہلاتی پیچھے کھسک گئی۔

آپ سے محبت ہوئی تو یہ خیال آیا ہی نہیں کہ اگر میرے ابّا نہ مانے تو؟؟؟"

سدھ بدھ گنوا چکی تھی۔ پر ابا نے دامن پھیلایا تو کیسے انھیں خالی ہاتھ لوٹاتی۔

"میں بے وفا نہیں ہوں بس ایک غریب باپ کی مجبور بیٹی ہوں۔

آنسو بہاتی وہ تکلیف سے کہتی پل بھر کو رکی۔ گہری سانس کھینچی پھر بولنا

شروع ہوئی۔

اگر عورت والدین کو چھوڑ کر محبت کا انتخاب کرے تو کہا جاتا ہے کہ جو ماں"

باپ کی نہ بنی وہ مرد کی کیا بنے گی۔ عورت اگر والدین کو چنے تو کہا جاتا ہے کہ

عورت نے مجبوری کے نام پر ہمیشہ مرد کو چھوڑا ہی ہے۔پستی ہر صورت میں عورت ہی ہے۔میں نے باسط درانی سے شدید محبت کی ہے پر مجھے اپنے ابّا سے عشق ہے۔اپنی محبت کی خاطر اپنے باپ کا سر نہیں جھکا سکتی میں۔"

آنسو خشک ہو گئے۔لب ساکت ہو گئے۔

ساکت تو سامنے بیٹھا وجود بھی ہوا تھا۔

ایمان احمد کے حصول کے لئے باسط درانی اس کے ابّا کے قدموں میں گر کر اور ناک رگڑ کر بھی اسے مانگ سکتا ہے۔اتنی ظالم مت بنو میں ٹوٹ جاؤں گا۔"

وہ بولتا جا رہا تھا پر وہ خاموش تھی۔ایک دم خاموش۔اس کی گہری خاموشی باسط درانی کے ہر سوال کا جواب دے چکی تھی۔

کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی۔صرف مجھ سے؟؟اپ کی خاطر زمانے سے ٹکرا جاؤں گا۔"۔

آنکھوں میں گہری امید لئے یہ سوال پوچھا گیا تھا۔

ایمان نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ایک آخری نظر۔ایسی نظر جس کے بعد بسارت ہر منظر دیکھنے سے محروم ہو جاتی ہے۔پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"!!!نہیں"

یک لفظی جواب کسی کی دنیا اجاڑ گیا تھا۔اس نے محبت کی اس سیڑھی پر آکر اس کا ہاتھ چھوڑا تھا جہاں سے وہ اوندھے منہ گرتا پستی میں جا گرا تھا۔

محبت کی ہے اگر کبھی مجھ سے تو اس محبت کا واسطہ دیتی ہوں آپ کو۔آج" کے بعد کسی ایمان احمد کو یاد مت رکھئے گا اور نہ ہی میرے ابّا کا سر جھکایئے گا۔

"

اس کی ذات اور محبت پر گہری ضرب لگا گئی تھی وہ لڑکی جو اس کی زندگی بن بیٹھی تھی۔

پھر وہ چلی گئی پر باسط درانی کا دل مار گئی۔دل تو اس کا اپنا بھی مر گیا تھا پر باسط درانی کا غم بہت بڑا تھا۔موت جیسا!!!

MEEM AINN WRITES

اندھیرے کمرے میں بیٹھا وہ سامنے نظر آتے میں اپنا عکس دیکھ رہا تھا۔

میں باسط درانی ہوں۔ میرے نام کا مطلب ہے خوشحال پر میں خوشحال" کہاں ہوں۔ میں نے اپنے دل سے کہا تھا کہ محبت میں چکر میں مت پڑو مجھے محبت راس نہیں آتی۔ خوشیاں میرے مقدر میں نہیں۔ میں ہمیشہ آخر میں خالی ہاتھ رہ جاتا ہوں۔ دل کمینہ سنتا ہی کہاں ہے سالہ۔ کرلی محبت ؟؟ ہو گئے برباد ؟؟ آگیا سکون ؟؟"

وہ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس سے پوچھ رہا تھا۔

آج وہ کسی اور کے لئے پور پور سجی ہو گی۔ کوئی اور اس کے پہلو میں بیٹھا ہو" گا۔ اس کی سانسوں اس کے تن بدن پر کسی اور کا حق ہو گا۔ میں زندہ کیوں ہو آخر مر کیوں نہیں گیا اب تک ؟؟"

ایک دم وحشت زدہ ہوتے اس نے شیشے پر زوردار طریقے سے ہاتھ مارا۔
شیشہ پل میں ٹکروں میں تقسیم ہوا ہے تھا۔
وہ صرف میری ہے اس کے تن بدن پر کسی اور کا حق کیسے برداشت کروں"
"میں۔

زخمی خون آلود ہاتھ چہرے پر رکھتا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔
"ٹوٹے دل کی کرچیاں روح لو لہو لہان کر دیں تو مرد بھی رو پڑتے ہیں۔"
اپنے چہرے پر بہتے آنسو چھو کر بولا تھا وہ۔
"آج کی رات اپنا وجود کسی اور کو سونپ چکی ہو گی وہ۔"
روح تڑپ اٹھی تھی اس خیال سے۔ سجدے میں گرتا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"!!اللہ مجھے اس آزمائش میں مت ڈال۔ میں جی نہیں پاؤں گا"
تڑپ تڑپ کر روتا وہ مرد عشق کا ستایا ہوا تھا۔

کاش جدائی سے پہلے موت آجاتی۔میں اتنا بزدل کیوں ہوں کہ خودکشی"
" بھی نہیں کر پارہا۔

یہ بھی بڑا دکھ تھا۔

آج اس کے نکاح کی رات تھی اور باسط درانی کے عذاب کی رات۔

وجود جیسے آرے سے چیرا جارہا تھا۔روح سے لہو ٹپک رہا تھا۔

ایک دم وہ اٹھا اور پاگلوں کی طرح ڈریسنگ ٹیبل کے دراز کھنگالنے لگا۔کچھ ہی پل میں مطلوبہ ڈبی مل گئی۔بس تین ہی گولیاں بچی تھیں۔اس نے جلدی سے کانپتے ہاتھوں سے گولیاں منہ میں ڈالی اور پانی کے بغیر نگل گیا۔

سانس گھٹتا محسوس ہورہا تھا۔شرٹ اتار کر پھینکی اور خود پھر سے زمین پر گر گیا۔

تکلیف تھی کہ بڑھتی جارہی تھی۔سانسیں تھی کہ گھٹتی جارہی تھیں۔

خوشیاں اتنی قلیل مدت کے لئے کیوں ملتی ہیں۔پھر وہی غم اور وہی ہم"
!!!"۔

گرم گرم آنسو تیزی سے سرمئی آنکھوں سے پھسلتے جارہے تھے۔چندپل ہی گزرے تھے جب قدرت کواس پر رحم آگیا۔دواکااثر ہونے لگااور آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہونے لگیں۔

روتا سسسکتااور تڑپتاوجود ساکت ہوگیا۔نیند کی گولیاں مددگار ثابت ہوئی تھی۔

قسمت نے بے حداداس نظروں سے اسے دیکھااور پھر آنکھیں پھیر گئی۔

بعض لوگ واقعی محبت کے معاملے میں بہت بدنصیب ثابت ہوتے ہیں۔وہ بھی محبت میں بدنصیب ٹھہرا تھا۔

وہ ڈنر کرکے ہی گھر واپس لوٹے تھے۔آج کی شاپنگ نے زلیخہ کو بہت تھکادیا تھا۔وہ گاڑی سے نکل کر سیدھااپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔داؤد بھی بیگز پکڑتااس کے پیچھے چل دیا۔

راستے میں وہ ماں کو کال کرکے ان کاواپسی کاپوچھ چکا تھااس لئے سیدھا کمرے کی طرف ہی بڑھ گیا۔

وہ کمرے کے نزدیک پہنچا تو زلیخہ منہ کھولے دروازے میں کھڑی تھی۔وہ اسے نا سمجھی سے دیکھتا اس کے بلکل پیچھے جا کھڑا ہوا تو کمرے میں نظر پڑتے ہی سارا معاملہ سمجھ آ گیا اور زلیخہ کی حیرت بھی۔

اس کے لبوں کو بے اختیار مسکان نے چھو لیا۔عین اسی پل زلیخہ نے چہرہ موڑ کر اس کی جانب دیکھا تھا پر اس کے لبوں پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک سی گئی۔ اس کے دل نے بے ساختہ اعتراف کیا تھا کہ اس کی مسکان بہت دل نشین ہے۔

"!!اندر چلیں اب یا ساری رات یہیں گزارنے کا پلان ہے"

داؤد کی بات پر وہ خفیف سی ہوتی سر جھٹک کر کمرے میں داخل ہو گئی۔

"یہ۔۔۔یہ سب کس نے کیا؟؟"

وہ کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑاتی پوچھنے لگی جو گلاب کے پھولوں اور موم بتیوں سے سجا ہوا تھا۔داؤد اس کی آنکھوں میں نظر آتی ستائش کو صاف محسوس کر سکتا تھا۔

آپ کی نوٹنکی دیوروں اور نند کے علاوہ یہ حرکت کس کی ہو سکتی ہے بھلا"
"؟؟؟

وہ اس کا چہرہ آنکھوں میں بسائے کوٹ اتار کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

وہ فریش ہونے کے بعد کمرے میں واپس آیا تو زلیخہ کمرے سے غائب تھی۔ اس کی نظر باتھ روم کے بند دروازے پر پڑی تو سمجھتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ ایک دفعہ پھر کمرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگا جو مکمل رومانوی منظر پیش کر رہا تھا۔

گلاب کی بھینی بھینی خوشبو اور کمرے میں پھیلی دیوں کو مدھم روشنی!!!
وہ سائیڈ ٹیبل سے سگریٹ کا پیکٹ پکڑتا اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف ہو گیا۔

باتھ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی نظریں میکانکی انداز میں اس جانب اٹھی تھیں پھر پلٹنا بھول گئی تھیں۔

کھلتے سرخ رنگ کا نائٹ گاؤن پہنے زلفیں کندھوں پر بکھرائے وہ جان لیوا حد تک خوبصورت لگ رہی تھی اور کچھ کمرے کا رومانوی ماحول اس پر فسوں ساطاری کر گیا کہ وہ چاہنے کے باوجود بھی اس کے وجود سے نگاہیں نہ ہٹا سکا۔ اس کی نگاہوں کی تپش وہ بہت اچھے سے محسوس کر رہی تھی پر جان کر بھی انجان بنی کھڑی تھی۔اس پر نظر ڈالے بغیر وہ بیڈ کی طرف بڑھتی اپنی سائیڈ پر لیٹ گئی جب کہ رخ داؤد سے موڑ رکھا تھا۔

اپنی پیٹھ پر اس کی گہری نظروں کی تپش سے وہ بے چین ہو رہی تھی۔ تنگ آ کر رخ موڑنے لگی عین اسی وقت داؤد اسے پیچھے سے اپنے حصار میں قید کر کرتا اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا گیا جب کہ اس کے مضبوط ہاتھ زلیخہ کی کمر پر رقص کرنے لگے تھے۔

زلیخہ کا دل ایک دم اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"ڈر رہی ہیں؟؟"

وہ سرگوشی کرتا پوچھ رہا تھا اور زلیخہ واقعی ڈر گئی۔ناجانے اس کی بات سے یا اس کے جذبات سے۔

"نن۔۔نہیں تو۔آپ سے کیوں ڈروں گی بھلا میں تو بس۔۔۔"

اس کے جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ سر جھکاتا اس کے کندھے پر لب رکھ گیا۔

زلیخہ کی زبان کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی کہیں رک سا گیا۔وہ بے اختیار دونوں آنکھیں سختی سے بند کر گئی۔

"پر آپ کی زبان کی لڑکھڑاہٹ اور جسم کی کپکپاہٹ تو کوئی اور ہی قصہ سنا رہی ہے۔"

اس کی کمر سے ہاتھ ہٹا کر کپکپاتے نازک ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں قید کرتا بولا تو وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔اس قدر قربت پر وہ بولنے لائق ہی کہاں رہی تھی۔

وہ اسے مزید خود میں بھینچتا بوکھلانے پر مجبور کر گیا۔

"!!کیا کر رہے ہیں"

بوکھلاہٹ میں یہ چند الفاظ لبوں سے ادا ہوئے تھے جو داؤد کے لبوں پر مسکان لے آئے۔

اپنی بیوی کو پیار کر کے ثواب کمانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کیا میں یہ "کوشش جاری رکھ سکتا ہوں؟؟"

اس کے انوکھے انداز میں پوچھے گئے سوال پر زلیخہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ زبان ہلنے سے انکاری ہو گئی۔

دیکھ لیں!!! روح میں اتر جانے کا حق رکھتے ہوئے بھی حق طلبی کے لئے " آپ کی اجازت درکار ہے مجھے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گی کہ آپ کے اس "حسین وجود پر اپنی مہر لگا کر آپ کی روح تک میں اتر جاؤں؟؟"

زلیخہ نے آنکھیں میچ لیں۔اف!!! اس قدر پیارا کیوں تھا وہ۔ بے ساختہ ہی اسے شرارت سوجھی۔

"اور اگر میں اجازت نہ دوں تو؟؟"

اس کے سوال پر وہ اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستا اس کے کان کے قریب جھکا۔

"یقین جانیں آپ کی خواہش کا ہمیشہ ہر حال میں احترام کیا جائے گا۔"

اف اف!!! یہ انساں ہمیشہ اس قدر پیارا کیسے بول لیتا ہے۔ جان نکال لے گا کسی دن میری۔ وہ دل میں سوچتی لب دباتی بڑی ہمّت سے کام لیتی رخ اس کی طرف موڑ کر اس کی گردن کے گرد باہوں کا ہار ڈال گئی۔

"پر میں چاہتی ہوں کہ آپ۔۔۔ آپ اپنی خواہش پر بند نہ باندھیں۔"

نظریں جھکا کر کپکپاتے لہجے میں بولتی وہ ہمیشہ سے بڑھ کر حسین لگی داؤد کو۔ وہ بے ساختہ جھک کر اس کے ہونٹوں پر سجی حسین شرمیلی مسکان کو اپنے لبوں سے چن گیا۔

اگلے ہی پل زلیخہ کو اپنے گرد اس کی گرفت سخت ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ دماغ نے اسے جھنجھوڑنا چاہا تھا پر وہ دماغ کی طرف سے آنکھیں پھیرتی دل کی آواز پر لبیک کہتی مطمئن سی آنکھیں بند کر گئی۔

قطرہ قطرہ بیتتی رات بہت محبت اور نرمی سے دو روحوں کا ملاپ کرا گئی تھی۔

MEEM AINN WRITES

وہ ساکت و جامد بیٹھی گھڑی کی ٹک ٹک سن رہی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی تین مرتبہ قبول ہے بول کر وہ ایک انجان اور ان چاہے انسان کو اپنے جسم و جان کا مالک بنا چکی تھی۔

اسے اب تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا دل مر چکا تھا۔ مرے ہوئے بھی بھلا کچھ محسوس کر پاتے ہیں۔ وہ بھی نہیں کر رہی تھیں۔

اسے کمرے میں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ بلکل ویسے ہی جیسے اس پر خوشیوں کا در کھلا اور پھر ایک دم بند ہو گیا۔

آنے والے نے سب سے پہلے اس کا گھونگھٹ الٹا تھا۔

"واہ بھئی مال تو بہت آعلیٰ ہے۔"

اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے تبصرہ کیا گیا تھا۔خباثت چھلکاتی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر اس سمت دیکھا جہاں اس کا تازہ تازہ شوہر براجمان تھا۔

شکل مت دیکھ اب۔ شکل سے بیوقوف لگ رہا ہوں کیا جو آج رات کا ایک " پل بھی ضائع کروں گا۔ چل اٹھ جلدی سے یہ زیور اور بھاری لباس بدل کر "آ۔مزید انتظار نہیں کر سکتا میں۔

سامنے بیٹھا اس کا شوہر اپنی شیروانی اتار کر ایک طرف پھینکتا اسے بولا تو وہ کسی روبوٹ کی طرح اس کے حکم کی تکمیل کرنے چل دی۔

دل نے بے ساختہ شکوہ کیا تھا۔یہ تھی اس کے باپ کی پسند؟؟یہ تھا اس کی فرماں برداری کا نتیجہ؟؟ماں باپ کے دل اس قدر سخت کیوں ہو جاتے ہیں۔وہ بیٹی کو اپنی پسند کے کتے سے تو بیاہ سکتے ہیں پر اس کی پسند کے انسان سے نہیں۔

آنکھوں سے بہتے بے مول پانی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی وہ سادہ لباس پہن کر کمرے میں واپس آئی جہاں اس کا شوہر کروفر سے بیٹھا ہوا تھا۔اس کے قریب پہنچتے ہی ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پہلو میں کھینچ گیا۔

باقی رات ایمان نے جس قدر اذیت میں گزاری تھی صرف وہ جانتی تھی یا پھر اس کا خدا۔

فجر کے وقت وہ اسے بیڈ سے نیچے پھینکتا خود رخ موڑ کر سو گیا جب کہ وہ زمین پر گرتی پتھرائی آنکھوں سے اپنے پور پور زخمی ہوئے وجود کو دیکھنے لگی۔

تو یہ ہوتی ہے شادی!!!! کسی کی سسکیاں کانوں میں سنائی دینے لگیں تو ازیت سے آنکھیں بند کر گئی۔اٹھنے کی کوشش کی تو جسم نے ہلنے سے انکار کر دیا۔سسکیاں دباتی وہ وہیں پڑی آنکھیں بند کر گئی۔آنکھیں بہتی چلی جا رہی تھیں جب کہ بند آنکھیں میں ایک ہی عکس واضح ہو رہا تھا پھر تکلیف برداشت نہ کرتی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی۔

MEEM AINN WRITES

یہ تکلیفوں کا آغاز تھا۔اسے کچھ دنوں میں ہی پتا چل گیا تھا کہ اسے بہت کچھ برداشت کرنا ہے۔بہت سے ازیتیں جھیلنی ہیں۔

اس کی شادی کو تین سال گزرے تو باپ کا بھی انتقال ہو گیا۔اس بیچارے کو بیٹی کی تکلیف ہی مار گئی۔باپ کے مرنے کے بعد تو وہ بلکل ہی مردہ ہو چکی تھی۔دن یوں ہی گزرتے گئے پھر ایک دن وہ ہوا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

MEEM AINN WRITES

تمہیں بکواس کر کے گیا تھا کہ میرے آنے تک تیار رہنا پر اب تک تیار"

"!!کیوں نہیں ہوئی منحوس عورت

گھر آتے ہی اسے دیکھ کر وہ چیخنا شروع ہو چکا تھا۔وہ خاموشی سے اپنے کام میں مگن رہی تو غصّے میں وہ اسے پھر سے دھنک کر رکھ گیا۔وہ لب سیے پڑی رہی۔

اس بات کا راز بھی اسی رات کھل گیا جب اس کے ساتھ دو مرد گھر میں آئے!!!!!۔اس کی بولی لگانے

"اسی لاکھ میں سودا طے کرتے ہیں۔تم اسے طلاق دو پھر ہمارے حوالے کرو۔یہ کچھ رقم رکھ لو باقی کام مکمل ہونے کے بعد!!!"

وہ ساکت پڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

"کل مال آپ تک پہنچ جائے گا۔"

اس کے نام نہاد شوہر نے اسی لاکھ میں اس کا سودا طے کر دیا۔اسی رات وہ اپنی طلب مٹانے کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے اپنی قید سے آزاد کر گیا۔اس کے سونے کے بعد وہ دبے پاؤں کمرے سے تو کیا گھر سے بھی نکل گئی۔نشے میں اس قدر دھت تھا وہ کہ جان ہی نہ سکا کہ آج دروازے کو تالا نہیں لگایا۔

ایمان بہت ٹھوکریں کھانے کے بعد دارالامان پہنچی تھی۔چھے ماہ گزر گئے جب اس نے وارڈن کی بات سنی۔وہ لڑکیاں سمگل کرتی تھی اور اگلی باری ایمان احمد کی تھی۔

وہ وہاں سے بھی بھاگ اٹھی پر اس کی بد قسمتی کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھوں چڑھ گئی جنھیں اس کا سابقہ شوہر بیچ چکا تھا۔

وہ لوگ اسے غیر قانونی طریقے سے امریکا لے آئے تھے۔اسے ایک کال گرل بنا دیا گیا تھا پر پہلے ہی دن اس کا ٹکراؤ باسط درانی سے ہو گیا اور ساری بازی پلٹ گئی۔وقت پانچ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے اپنے پہلو میں نظر ڈالی جو خالی تھا۔یہ بات خلاف معمول تھی کیوں کہ صاحبہ ہمیشہ دیر سے اٹھتی تھی۔اس کے آفس جانے کے وقت بہت مشکل سے اٹھ کر اس کے ساتھ ناشتہ کر کے اسے کورٹ روانہ کرتی پھر سو جاتی۔

آج اس کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔داؤد کے لبوں پر بے ساختہ مسکان کھل اٹھی۔

"تو محترمہ ہم سے بھاگ رہی ہیں پر آخر کب تک۔"

خود سے کہتے وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔فریش ہو کر تیار ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔اس کا رخ ناشتے کی میز کی طرف تھا۔

اس کے علاوہ سب ہی وہاں پہلے سے موجود تھے۔حسب معمول ماں کے ہاتھ چوم کر ان کا ماتھا چومتا وہ جب اپنی جگہ پر بیٹھی تو براہ راست اس پر نظر ڈالی جو چور نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے دیکھنے پر ہڑ بڑا کر چہرہ جھکا گئی۔ گالوں پر لالی چمک اٹھی۔ داؤد مبھوت ہوتا اس کے دلکش روپ کو آنکھوں میں بسانے لگا۔

اس نے پہلی دفعہ زلیخہ کو یوں شرماتے دیکھا تھا اور اسے یہ ماننے میں کوئی عار نہیں تھا کہ اس روپ میں وہ جان لیوا حد تک دلنشین لگ رہی تھی۔

اسے آنکھوں میں بسا لینے کے بعد وہ اس کے کپکپاتے ہاتھ اور ماتھے پر چمکتا پسینہ دیکھ کر اس کے اندر کی حالت سوچتا بے ساختہ سر جھکا کر دھیرے سے ہنس دیا۔

اس کے ہنسنے پر سب ہی اس کی طرف متوجہ ہوتے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جب کہ وہ جو اس کا سامنا کرنے سے گھبراتی کمرے سے بھاگ آئی تھی اور یہاں بھی اس سے نظریں چرا رہی تھی اب نظریں اٹھائے

پورا منہ اور آنکھیں کھولے اسے ہنستے ہوئے یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی عجوبہ دیکھ لیا ہو۔

اشعر نہ موبائل نکال کر تیزی سے یہ حسین لمحے قید کیے جہاں ان کا بھائی شاید زندگی میں پہلی بار اس طرح ہنس رہا تھا اور ان کی حسین بھابھی یک ٹک اسے تکتی چلی جا رہی تھی۔

آپ کی ہنسی کس قدر دلکش ہے داؤد!!! اگر آپ یوں پورے دل سے اس" دلکش انداز میں ہنستے رہیں تو میں بغیر پلکیں جھپکے اور بغیر تھکے پہروں آپ کو "یک ٹک دیکھ سکتی ہوں۔

وہ جیسے کسی ٹرانس کے زیر اثر بولتی چلی جا رہی تھی۔

اشعر مسکراہٹ دبائے یہ لمحے اور الفاظ قید کر رہا تھا جب کہ طالب اور زونیہ شرارت بھری نظروں سے ان دونوں لوو برڈز کو دیکھ رہے تھے۔آدم کے چہرے پر دھیمی مسکان تھی جب کہ فارا کمال کا چہرہ تن کر اور بھی سپاٹ ہو چکا تھا۔

"زلیخہ باقی کا ہم بعد میں کمرے میں کا کر کا نٹینیو کریں گے ابھی سب کے ساتھ بیٹھے ہیں تو ناشتہ کر لیں؟؟؟"

وہ لب دباتا اس کے سر دپڑتے ہاتھ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو زلیخہ اپنے الفاظ یاد کرتی اور سب افراد کی نظریں خود پر محسوس کرتی بے طرح خجل ہو گئی۔

وہ سختی سے دونوں آنکھیں میچتی سر پلیٹ پر جھکا گئی۔

بھیارات آپ کے کمرے کے پاس سے بہت پیاری خوشبو آرہی تھی۔"
ڈھیر سے گلابوں کی!!!سب خیریت تھی نا؟اور آپ کی آنکھیں اس قدر
"لال کیوں ہورہی ہیں رات سہی سے سویا نہیں گیا کیا؟

سب ناشتے میں مگن ہوگئے جب اشعر کی زبان پر کھجلی ہوئی۔
زلیخہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑی جب کہ داؤد نے سخت نظروں سے اسے
دیکھتے وارن کیا کہ شرم کرلو اور خاموش ہوجاؤ بلکل۔پر وہ اشعر ہی کیا جو اثر
کر جائے۔

تم بھی نا اشعر حد کرتے ہو۔بھیا اور بھابھی تو رات وقت پر ان فیکٹ وقت "
سے بھی پہلے سو گئے تھے اس لئے تو ممی کے گھر واپس آنے پر ان سے مل بھی
"نہ سکے۔سہی کہا نا بھیا؟؟

طالب کی زبان کھلی تو اس کی بات سنتے اشعر نے ابرو سکیڑے۔

"یہ آنکھوں میں موجود سرخی تو رت جگے کی نشان دہی۔۔۔"

اشعر کی بکواس مکمل ہونے سے قبل داؤد نے ایک دم تگڑی گھوری سے اسے نوازتے ہوئے شٹ اپ کال دی تو اس کی بے قابو زبان کو بریک لگا۔

زلیہ کا چہرہ مزید پلیٹ پر جھک گیا تھا۔شرم کے باعث یا پھر شرمندگی کے باعث!!!

"زلخہ روم میں آکر میری فائلز نکال دیں مجھے جلدی کورٹ جانا ہے آج۔"

داؤد اسے دیکھتا سنجیدگی سے بولا تو وہ دل ہی دل میں شکر مناتی پھرتی سے اٹھ کر کمرے سے طرف بڑھی۔

اس کے شیطان دیوروں نے آج اسے شرمندہ کرنے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔

اسے داؤد نے بتایا تھا اور اسے خود بھی یقین تھا کہ رات ساری ڈیکوریشن ان تین شیطانوں نے ہی کی تھی اور اب بیچ بازار بھانڈا پھوڑ رہے تھے۔

"!!! شیطان کے چیلے"

دانت کچکچا کر کہتی وہ ان تینوں کو کچا چبا جانے کے درپر تھی۔تب ہی اس کے پیچھے کمرے میں داؤد داخل ہوا۔

دروازہ دھیرے سے کھلا اور پھر اسی طرح دھیرے سے واپس بند بھی ہو گیا۔

وہ سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اس کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کر سکی۔ ہوش میں تو تب آئی جب اپنے وجود کو کسی کے نرم مگر مضبوط حصار میں قید پایا۔

سانسیں پل بھر میں اتھل پتھل ہو گئی تھیں۔

ابھی بکھری سانسیں سنبھلی بھی نہ تھیں کہ کمر پر بازوؤں کا حصار تنگ ہونے کے ساتھ داؤد کی گرم سانسیں بھی زلیخہ کی گردن اور کان سے ٹکرانے لگیں۔

اس نے جھک کر سلگتے لب اس کے کندھے پر رکھے تو اس کی سانس سینے میں ہی کہیں اٹک سی گئی۔

"صبح صبح کہاں بھاگ گئی تھیں آج آپ؟؟"

وہ اس کے پشت پر بکھرے نم بال سمیٹ کر دوسرے کندھے پر ڈال کر پوچھنے لگا تو زلیخہ آنکھیں سختی سے بند کر گئی۔

"بھوک۔۔۔ بھوک لگ رہی تھی۔"

ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرتی بڑی مشکل سے ہی بول پائی۔

"مجھے پیاسا چھوڑ کر آپ خود اپنی بھوک مٹانے چلی گئیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔"

اس کی زو معنی بات نے زلیخہ کے کانوں سے دھواں نکال دیا۔اس کی مسلسل خامشی کو محسوس کرتے داؤد نے یوں ہی اسے کمر سے تھامے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

گہری نظریں سیدھا جھکی ہوئی نظروں سے ٹکرائی تھیں۔ نظریں جھکائے کھڑی گلابی گالوں والی گڑیا کا گمان ہو رہا تھا اس پر۔وہ بے ساختہ جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا۔

"!!! نئی زندگی کی نئی شروعات بہت مبارک داؤد کے جگر"

اس کی پیشانی چومنے کے بعد دھیرے سے اس کے کانوں میں حسین الفاظ پھونکتا وہ آنکھیں بند کیے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکرا گیا۔

آپ کو میں نے آج پہلی دفعہ اس طرح ہنستے دیکھا ہے داؤد اور یقین کریں"
ہنستے ہوئے اور بھی خوبصورت لگتے ہیں آپ۔ایسے ہی ہنستے رہا کریں پلیز
!!!"

ہمت جتا کر اپنے دونوں ہاتھ اس کی شرٹ سے اوپر سرکا کر اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر محبت بھرے انداز میں بولا تو داؤد بغیر کوئی جواب دیے دھیرے سے مسکرا کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں تھامتا اپنے لبوں سے لگا گیا.

بہت ضروری کیس کے لئے جانا ہے آج اب چلتا ہوں رات شاید تھوڑی دیر ہو جائے میرے انتظار میں بھوکی مت بیٹھی رہیئے گا۔ کھانا کھا کر سو جایئے گا۔ خیال رکھئے گا اپنا۔"

اس کا چہرہ تھپتھپا کر اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالتا کمرے سے نکل گیا تو زلیخہ دھڑام سے بیڈ پر جا گری۔

یہ انسان اس قدر اچھا کیوں ہے۔داؤد مجھ سے اچھی لڑکی ڈیزرو کرتے "تھے۔مجھ سے بہت اچھی"!!!

اس کی آنکھوں میں افسوس ہی افسوس تھا۔

Zubi Novels Zone

MEEM AINN WRITES

وہ تیزی سے بیگ کندھے پر ڈالتی تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے نکلی تھی۔

اس کا رخ باہر پورچ کی طرف تھا۔

یااللہ آج بچالے بس آئیندہ ہمیشہ جلدی اٹھ جایا کروں گی۔پتا نہیں کب"
"جان چھوٹے گی اس یونیورسٹی سے۔

برے برے منہ بناتی وہ خود سے بڑبڑاتی چلی جارہی تھی۔اصلی حیرت کا جھٹکا تب لگا جب باہر آکر اشعر اور اس کی گاڑی کو غائب پایا۔

"منحوس انسان آج نہیں بچے گا میرے ہاتھوں۔"

اسے کوستی وہ خود رونے والی ہورہی تھی۔اس کا بہت ضروری ٹیسٹ تھا آج پہلے لیکچر میں پر جلدی آنکھ نہیں کھلی۔اوپر سے اشعر بھی اسے چھوڑ کر جاچکا تھا۔

وہ پکاارادہ کر چکی تھی کہ یونیورسٹی میں جہاں بھی نظر آیا اسے گنجا کر دے گی آج۔

"کیا ہوا خیریت؟؟"

اپنے بلکل قریب آدم کمال کی آواز سنتی وہ چونک پر پیچھے مڑی۔

"لیٹ ہو گئی ہوں اور اشعر کا بچہ بھی مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔"

آواز کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی بے بسی بھرے تاثرات سجے تھے۔

"آؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

اسے کہنے کے ساتھ ہی اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ گاڑی میں جا بیٹھا تو موقع کو غنیمت جانتی وہ بھاگنے کے انداز میں گاڑی کی طرف گئی تھی۔اس کے بیٹھتے ہی آدم نے گاڑی آگے بڑھائی۔

گاڑی تیزی سے میں روڈ پر سفر کر رہی تھی۔آدم نے ھلکی سی گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا جو ٹشو پیپر سے اپنی عینک کے شیشے صاف کر رہی تھی۔وہ تعصف سے سر ہلا گیا۔

"موبائل اور لیپ ٹاپ اتنا استعمال مت کیا کرو۔دیکھو کیا حال کر چکی ہو تم اپنا۔ایک دن بلکل ہی اندھی ہو بیٹھو گی۔"

وہ اسے واضح الفاظ میں جھاڑ پلا رہا تھا پر زونیہ برا ماننے کی بجائے ڈھیٹوں کی طرح مسکرا دی۔

ماں صدقے!!!اتنے کڑوے کریلے کی طرح بولتے ہوئے بھی ایک دم" میٹھے لگ رہے ہیں۔بس بولتے رہا کریں میرے سامنے۔آپ کو دیکھ کر دل "میں ٹھنڈ سی پڑ جاتی ہے۔

آنکھوں میں شرارت لئے بولتی وہ اسے سہی تپا گئی تھی۔

ہر وقت فضول ہے بولتی رہنا تم۔مجھے لگتا ہے کہ اپنی زندگی میں وہ دن" "نہیں دیکھ سکوں گا میں جب تم سدھر جاؤ۔

اس کی بات پر وہ ایک دم پر جوش ہوتی اس کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔

آپ مجھے سدھرا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں؟؟ پہلے بتانا تھا نا۔ آپ کے لئے تو میں " دن کو رات اور رات کو دن مان سکتی ہوں تو اتنی سی نیکی بھی کر سکتی ہوں۔ بس مجھے یقین دلائیں کہ میرے سدھرنے کے بعد بس میرے ہو کر رہیں گے۔"

آدم نے کوفت بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت کو دیکھ کر سے جھٹکا۔

قیامت تو آسکتی ہے پر تم تینوں نہیں سدھر سکتے اس بات کا یقین ہو گیا ہے " مجھے۔ اور جس قدر فضول زبان چلاتی ہو نہ اتنی طاقت اگر پڑھائی میں لگاؤ تو "کہاں سے کہاں پہنچ جاؤ تم۔ آگئی تمہاری یونیورسٹی اتر واب۔

اس کی بات پر وہ برا سا منہ بنا گئی۔

سڑے ہوئے کریلے ہی رہیئے گا ہمیشہ بس آپ۔ آپ کو تو قدر ہی نہیں ہے"
میری۔ مجھ جیسی معصوم اور محبت کرنے والی خوش اخلاق پلس حسین لڑکی
کے لئے تو کوئی شہزادہ ہی ہونا چاہیئے تھا پتا نہیں یہ نیم چڑھا کریلا کیوں لکھ دیا
"گیا اور دل بھی کمبخت کسی اور کی طرف جھکتا ہی نہیں۔

اونچی آواز میں بڑبڑا کر اسے سنانے لگی جسے اس کی سننے میں رتی برابر بھی
دلچسپی نہ تھی۔

تمھارے نصیب میں ہوں بھی نہیں میں۔ نکلو جلدی اب آفس جانا ہے"
"واپس مجھے۔

اس کی بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنا بیگ تھام کر گاڑی سے نکلتی پوری قوت سے دروازہ بند کر گئی۔ گاڑی ایک لمحے کے لئے ہل کر رہ گئی۔

"اللہ ہی اس طوفان کو ہدایت دے۔"

سر جھٹک کر وہ گاڑی آفس کے راستے پر ڈال گیا۔

MEEM AINN WRITES

"ریڈی ہو جائیں۔ دو گھنٹے بعد فلائٹ ہے ہماری۔"

وہ بیڈ پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی جب وہ کمرے میں آکر سنجیدگی سے بولا۔

"فلائٹ؟؟؟"

وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی وہ کہاں جا رہے تھے اب؟؟

جی۔ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتے اب۔اٹلی کی فلائٹ ہے ہماری۔یہاں کام "
"ختم ہو گیا اب واپس جانا ہے۔

وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتا بولا تو اب کی بار وہ محض سر ہلا گئی۔اب اسے یاد آیا کہ باسط نے اسے بتا رکھا تھا کہ وہ اٹلی کا باشندہ تھا وہاں کا رہنے والا تھا۔کام کے سلسلے میں دوسرے ملکوں میں چکر لگتے رہتے تھے اس کے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایئرپورٹ پر موجود تھے۔

جہاز کی سیڑھیاں چڑھتے بے دھیانی میں اس کا پیر مڑا تو بے اختیار ہونٹوں سے چیخ برامد ہوئی۔ باسط جو اس سے دو قدم آگے تھا تیزی سے مڑا تو اسے پیر پکڑ کر جھکے کھڑے دیکھا۔

"ایمان آپ ٹھیک ہیں؟؟ کہاں لگی ہے؟؟"

وہ اسے بازو کے حصار میں لیتا دوسرے ہاتھ سے اس کا چہرہ اٹھا گیا تو نقاب سے جھانکتی بھیگی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو چکی تھیں۔

"!! پاؤں مڑ گیا میرا"

ضبط سے بولتی وہ سختی سے لب بھینچ گئی تو وہ اگلے ہی لمحے اسے بازوؤں میں اٹھا گیا۔

ایمان درد بھولتی سٹپٹا کر دونوں بازو تیزی سے اس کی گردن کے گرد لپیٹ گئی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ۔ سب ہمیں دیکھ رہے ہیں۔"

وہ آنکھیں چراتی دھیمی آواز میں احتجاج کرنے لگی تو وہ اس کا منہ اپنے سینے میں چھپا گیا۔ اپنی سیٹ پر پہنچ کر اسے بٹھایا خود اس کے پیروں میں جھک کر متاثر پاؤں کا جائزہ لینے لگا۔

اس نے دھیرے سے اس کا گلابی پاؤں اپنے ہاتھ میں پکڑا۔

"ایمان سوری رات میں آپ کی بات نہیں مان سکا۔"

اس کی بات پر وہ ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"کون سی بات؟؟؟"

وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہی کہ آپ میرے ساتھ سونا چاہتی ہیں۔"

اس کی بات پر وہ بے یقینی سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ایسا اس نے کہا تھا ؟؟ایسا کیسے ہو سکتا تھا اور اسے تو ایسا کچھ یاد بھی نہیں تھا۔اس کی توجہ پیر سے پوری طرح ہٹ چکی تھی۔

"!!!!مم۔۔۔میں نے آپ کو ایسا کب۔۔۔آہ"

اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی جب باسط نے ایک دم اس کے پاؤں کو جھٹکا دیا۔ایمان کے لبوں سے درد بھری چیخ نکل گئی۔آنسو تواتر سے گالوں پر بہنے لگے تھے پر پاؤں ہلانے پر محسوس ہوا کہ درد بلکل غائب ہو چکا ہے۔اسے باسط کی چالاکی اچھی طرح سمجھ آچکی تھی۔منہ پھلا کر چہرے کا رخ موڑ گئی۔باسط بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

اب سیٹ بیلٹ باندھنے کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی۔ایمان چہرہ باسط کی طرف موڑتی بے بس نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو اپنا بیلٹ باندھ رہا تھا۔
اس کے دیکھنے کے انداز پر اسے ساری بات سمجھ آئی تو نفی میں سر ہلا گیا۔

یقیناً وہ پہلی دفعہ اپنے ہوش میں جہاز میں بیٹھ رہی تھی اور اسے سیٹ بیلٹ باندھنا بھی نہیں آتا تھا۔

باسط اس کا بیلٹ باندھنے اس کے قریب جھکا تو اسے اپنے اس قدر نزدیک پا کر وہ سانس تک روک گئی۔ باسط نے نظر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو نقاب سے جھانکتی انکھوں پر سجی پلکیں لرز رہی تھیں۔نہ جانے لجالت کے باعث یا پھر خوف کے باعث۔

وہ جھک کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا تو اس کا کندھا ایمان کے چہرے سے مس ہونے لگا۔وہ آنکھیں بند کرتی اس کی خوشبو میں گہری سانس بھرنے لگی۔ پیچھے ہٹتا وہ نامحسوس انداز میں اس کے چادر سے ڈھکے سر پر لب رکھتا پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔

ابھی ایک مشکل تو باقی تھی۔ٹیک آف!!!!اسے ایک لفظ بھی کہے بغیر باسط اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتا اس کا چہرہ اپنے سینے میں چھپا گیا کیوں کہ وہ اچھی طرح واقف تھا کہ کتنی بہادر تھی وہ۔

وہ بھی بغیر ایک بھی احتجاجی لفظ بولے چپ چاپ اس کے سینے میں منہ چھپائے پڑی رہی۔ کچھ پل کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے پیچھا چھڑوا کر وہ سکون نگری میں آگئی ہے۔ آنکھیں بے ساختہ بند ہوتی چلی گئیں اور رگ وپے میں سکون پھیلتا چلا گیا۔

من پسند شخص واقعی ہر زخم کی دوا ہے۔

MEEM AINN WRITES

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟؟"

آشنا آواز پر داؤد نے حیرت سے چہرہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو دروازے میں کھڑا آدم کمال اجازت طلب نظروں سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا.

"اپنے بھائی کے پاس آئے ہو کسی غیر کے پاس نہیں جو تمہیں یوں اجازت
"طلب کرنی پڑے. پورے حق سے یہاں آ سکتے ہو تم۔

وہ آنکھوں میں محبت سموئے بولا تو کچھ پل کی جھجک کے بعد آدم اپنے اپنے پیچھے آفس کا دروازہ بند کرتا داؤد کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے والی کرسی پر ٹک گیا۔

میز کے پار بیٹھا داؤد خوشی اور تشویش کے ملے جلے تاثرات سے بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتا کریڈل پر پڑا فون اٹھا کر کان سے لگا گیا۔

"دو کپ بلیک کافی بھیج دیں میرے کمرے میں۔"

بارو عب انداز میں مقابل کو حکم سناتا وہ واپس آدم کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیسے ہو؟سب ٹھیک ہے نا؟"

وہ ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو آدم محض سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہوں پر کچھ پریشان بھی ہوں۔"

پر سکوں انداز میں کہتا وہ کرسی سے کمر ٹکا کر آرام دہ انداز میں بیٹھ گیا تو داؤد نے سر ہلایا۔

"اس پریشانی کا نام کہیں زونیہ تو نہیں؟"

داؤد کمال اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سکون سے بولا تو اس کی بات پر آدم کو بلکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ داؤد کمال اپنے بھائیوں کی نس نس سے بہت اچھے طریقے سے واقف ہے۔

وہ محض سر ہلا گیا تو داؤد نے کچھ بولنے کے لئے لب کھولنے چاہے تبھی آفس کے دروازے پر دھیمی سی دستک سنائی دی تو وہ اپنی بات ترک کرتا آنے والے کو اجازت دے گیا۔

آفس بوئے کافی ان کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا تو داؤد تھوڑا آگے کھسکتا دونوں کہنیاں شیشے کے میز پر ٹکا کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھا گیا۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری پریشانی بلاجواز ہے تو؟؟؟"

اس کی بات پر آدم نے غور سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا۔

اس کے دل و دماغ نے بلاتامل اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ سانولی رنگت والا یہ مرد بھرپور شخصیت رکھتا تھا۔اس کی شخصیت میں ایک رعب و دبدبہ تھا۔مقابل کو متاثر کرنے کی تمام تر صلاحیت رکھتا تھا واؤ دکمال۔

تیکھی ناک جو آگے سے اٹھی ہوئی اسے مغرور ظاہر کرتی تھی،سیاہ گہری آنکھیں جن میں ہر وقت سرد پن اور سنجیدگی ہلکورے لیتی تھی ان پر سجی گھنی پلکیں اس کی آنکھوں کو بہت پرکشش بناتی تھیں۔عنابی لب ہر وقت بھینچے ہوتے تھے۔

چھے فٹ تین انچ کا وہ بھرپور مرد اپنی سانولی رنگت کی وجہ سے اپنے خاندان میں دب کیوں جاتا تھا؟

"پھر میں جاننا چاہوں گا کہ وہ کیسے ؟"

وہ چند لمحے اس کا تجزیہ کرنے کے بعد دھیرے سے بولا تو داؤد کافی کا کپ اٹھاتا لبوں سے لگا گیا اور ساتھ سے اسے بھی اشارہ کر گیا.

اس کے اشارے پر آدم نے بھی سامنے پڑا کافی کا کپ اٹھا لیا۔

"آدم کمال تم ایک خوش قسمت انسان ہو جس کے در پر محبت سے دستک دی ہے اور اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو گی تمہارے لئے کہ جس سے تم پیار کرتے ہو وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

داؤد کی بات پر لمحہ بھر میں آدم کمال کے چہرے کا رنگ بدلہ تھا۔اس کے ذہن میں اس وقت صرف ایک سوال تھا۔داؤد کمال نے وہ راز کیسے پالیا جسے آدم کمال نے خود سے بھی پوشیدہ کر رکھا تھا؟؟

اس کے چہرے سے چھلکتی حیرت نے داؤد کو مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"حیران مت ہو آدم کمال!!!تم لاکھ چھپاؤ مگر تمہاری یہ آنکھیں تمہارے دل کا پتا دیتی ہیں اور داؤد کمال کو آنکھیں پڑھنی آتی ہیں!!!! "

وہ مسکرا کر دھیمے مگر پر سکون لہجے میں بولا جب کہ اگلے ہی پل آدم کمال کے کندھے ڈھلک سے گئے اور وہ سر میں ہاتھ پھیرتا پیچھے کرسی پر گر سا گیا۔آنکھیں سرخ پڑ گئی تھیں۔

"!!!! براہوا یہ۔بہت برا"

وہ خود میں بڑبڑانے لگا۔

عورت اگر تمہاری طرف رجوع کرے تو تمہیں اس کی خاطر مر جانا چاہئے" کیوں کہ وہ تمہیں سب سے بڑھ کے افضل مان کر ہی تمہاری طرف رجوع کرتی ہے۔ایسے میں اگر تم عورت کی محبت اور اس کی ذات کو ٹھکراؤ تو تم سے بڑھ کر بدنصیب اور بزدل کوئی نہیں پھر۔میں جاننا چاہتا ہوں کہ آدم کمال "اس قدر کمزور اور بزدل کیسے ہو گیا؟

وہ جواب طلبی پر اتر آیا تو آدم کمال بے بس سا ہوا۔

"!!!مجھے ضروری کام سے جانا ہے فلحال چلتا ہوں۔اللّٰہ حافظ "

بغیر اس کے ایک بھی سوال کا جواب دیے وہ ڈھلکے کندھوں اور شکستہ قدموں سے داؤد کمال کے آفس سے نکل گیا تو داؤد نے اس کی پشت پر ایک افسوس بھری مگر فکر مند نظر ڈالی۔

".جو محبت کے جال میں پھنس جائے اس کا پھر اللّٰہ ہے حافظ ہے"

خود سے کہتا وہ موبائل پر آنے والی کال کی طرف متوجہ ہوا مگر دل آدم کمال کی پریشانی میں ہی کہیں اٹک سا گیا تھا۔

MEEM AINN WRITES

"چھوڑدیں سر پلیز مجھے معاف کردیں میں بہک گیا تھا۔"

اس کے پاؤں میں پڑا وہ بری طرح گڑگڑا رہا تھا۔

"میں نے تمہیں کیا کہا تھا ساحر؟؟ داؤد کمال سے غدّاری کی سزا فقط موت ہے۔ پھر تم اتنی سنگین بات کیسے بھول گئے؟"

وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے پر سکون انداز میں کرسی پر بیٹھا اپنے قدموں میں گرے اپنے پرانے ساتھی ساحر کو دیکھ رہا تھا۔

آنکھیں ہمیشہ کی طرح ہر تاثر سے پاک تھیں۔

داؤد کمال کی آنکھیں ہیرے کی طرح تھیں۔ سخت اور سرد مگر چمکدار۔

مجھے توفیق حسن نے کہا تھا کہ آپ کی یہ فائل چرا کر اسے دے دوں تو وہ" مجھے سونے میں تول دے گا۔ میں بہک گیا تھا سر مجھے معاف کر دیں صرف آخری بار!!!"

وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا پر اس کا رونا گڑگڑانا بھی داؤد کمال کے دل میں اس کے لئے کوئی جذبہ نہ پیدا کر سکا۔

سفیدی کو سیاہی میں بدلنا ایڈووکیٹ داؤد کمال کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے"" ۔شاید میں تمہیں معاف کر دیتا پر میں جانتا کہ۔۔۔۔۔

وہ پل بھر کو رکا اور گہری نظر ساحر پر ڈالی۔

"بھوکا کتا کبھی وفادار نہیں ہو سکتا۔"

سرد لہجے میں کہنے کے ساتھ داؤد نے ایک ہاتھ سے ساحر کا منہ کھولتے ہاتھ میں پکڑی شیشی اس کے حلق میں انڈیلی اور ہاتھ جھاڑتا کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ ساحر کی چیخیں اب اس ویرانے میں ہر طرف گونج رہی تھیں۔

MEEM AINN WRITES

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ہر سو خاموشی چھائی تھی جو داؤد کے لئے اچنبے کا باعث بنی کیوں کہ جہاں زلیخہ موجود ہو وہاں خاموشی ہونا ناممکن سی بات تھی۔

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا بیگ ٹیبل پر رکھتے پورے کمرے پر نظر دوڑائی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

فریش ہو کر باہر آنے کے بعد وہ زلیخہ کو دیکھنے کمرے سے باہر نکلنے لگا جب اس کی نظریں بالکنی کی طرف گئیں۔

اگلے ہی پل وہ مضبوط قدم اٹھاتا بالکنی کی طرف بڑھا تو سامنے ہی اس حسینہ کی پشت نظر آئی۔

وہ خاموش قدم اٹھاتا عین اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ دونوں کے وجود میں محض چند انچ کی دوری تھی جب اس کی مخصوص خوشبو محسوس کرتے زلیخہ ایک جھٹکے سے رخ موڑ گئی۔

غزالی آنکھیں بھرپور انداز میں گھور سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں اور ایڈووکیٹ صاحب نے اس تیکھی حسینہ کو یوں دیکھا جیسے پہلی دفعہ دل پر محبت نے دستک دی ہو وہ بھی بہت زوردار طریقے سے۔

"اس قدر حسین کیوں ہیں؟ جان لینی ہے کیا؟؟"

اس کے گلابی گال پر جھولتی لٹ کو دھیرے سے کان کے پیچھے اڑستا وہ اس کے بائیں کان کے قریب جھکتا مستفسر ہوا تو زلیخہ کے لبوں پر بڑی حسین مسکان کھل اٹھی۔

"آپ کی بات پر ضرور یقین کر لیتی بشرط آپ ایک وکیل نہ ہوتے۔"

وہ آنکھوں میں شرارت لئے بولتی داؤد کی شرٹ کی نادیدہ سلوٹیں جھاڑنے لگی تو وہ پل کی بھی دیری کے بغیر اس کی بل کھاتی کمر میں اپنا مضبوط بازو ڈالتا اسے اپنی طرف کھینچ گیا۔

اس کا مطلب یہ وکیل آپ کی نظر میں قابل اعتبار نہیں؟؟ چچ چچ چچ"
"!!!۔۔۔۔بہت افسوس ہوا حیاتی

وہ مصنوعی افسوس کا اظہار کرتا بولا تو زلیخہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ پھر کچھ یاد آنے پر ایک دم اس کے بازو اپنی کمر سے ہٹا کر اسے بھرپور طریقے سے گھورنے لگی۔

خبردار اگر آج کے بعد آپ نے مجھے اپنی کسی سہیلی کے نام سے بلایا تو"
!!!"

وہ جو اس کے ایک دم غصہ کرنے پر حیران ہو رہا تھا اس کی بات پر اس کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہوا۔

"کون سی سہیلی اور کون سا نام؟"

وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھتا بولا تو زلیخہ دونوں اپنے بازو سینے پر باندھتی ناک چڑھا گئی۔

"حیاتی کا نام لیا نا آپ نے۔اب یہ بھی بتا دیں یہ آپ کی کون سے نمبر والی سہیلی تھی !!!"

وہ تھی پر زور دیتی بولی جب کہ اس کی بات سمجھتا وہ با مشکل ہی اپنا قہقہہ دبا پایا.

"حیاتی مطلب میری زندگی۔"

محبت بھرے لہجے میں بولا اب کی دفعہ زلیخہ کا باقاعدہ منہ کھل گیا۔

"اگر وہ آپ کی زندگی ہے تو میں کون ہوں پھر؟؟آپ کی آخرت؟؟"

وہ روہانسی ہوتی پوچھنے لگی تو داؤد کا دل کیا کہ اس کی بونگیوں پر زور زور سے ہنسے۔

"میری جان!!!"

ہنستے ہوئے کہتا وہ اسے زبردستی اپنے سینے سے چپکا گیا۔

میں آپ کو پیار سے "حیاتی" بول رہا ہوں۔ حیاتی کا مطلب ہے "میری" زندگی "اب یہ لفظ آپ کے لئے استعمال نہیں کروں گا تو کس کے لئے کروں گا!!!"

وہ ہولے ہولے بچوں کی طرح اس کی پیٹھ تھپکتا بولا تو پوری بات سمجھ آتے زلیخہ کا چہرہ خفت کے مارے سرخ پڑ گیا۔ دل کیا اپنا سر کسی دیوار میں دے مارے۔

"مم۔۔۔ میں تو بس مذاق کر رہی رہی ورنہ مجھے سب پتا ہے۔"

اپنی بے وقوفی پر پردہ ڈالنے کی خاطر وہ گردن اکڑا کر نیا شوشہ چھوڑ گئی جس پر داؤد مسکراہٹ دباتا سر ہلانے لگا۔

"اتنی رات یہاں کیا کر رہی ہیں آپ؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتا بولا تو وہ جواب میں منہ بنا گئی۔

مجھے کال کر کے کہہ دیا کہ کھانا باہر کھاؤں گا اور دیر سے آؤں گا۔ میں اکیلی" کیا کرتی۔ میرا اکیلے دل نہیں لگ رہا تھا روم میں۔ اس لئے ڈنر کے بعد یہاں "آ کر آپ کا انتظار کرنے لگی۔

اس کی بات مکمل ہوتے ہی وہ اسے بازوؤں میں بھرتا کمرے کی طرف رخ .کر گیا

"اب تو میں آ گیا ہوں نا اس لئے روم میں چلتے ہیں۔ ویسے بھی بہت تھک چکا ہوں آج۔"

وہ اسے بیڈ پر لٹا کر خود بھی اس کے ساتھ دراز ہو گیا۔

"ہاں آپ اتنا کام کرتے تھک گئے ہوں گے۔ جلدی جلدی سو جاتے ہیں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر گئی تو اس کی چالاکی پر داؤد نفی میں سر ہلا گیا۔

"سو کر کہاں تھکاوٹ اترتی ہے!!!"

آواز خود بخود بوجھل ہو گئی تھی۔اس کے الفاظ سے زیادہ اس کا لہجہ زلیخہ کو لجانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"پھر کیسے اترتی ہے؟؟"

الفاظ بے ساختہ اس کے لبوں سے پھسلے تھے جنہوں نے داؤد کو مسکانے پر مجبور کر دیا۔

آپ بس خاموش رہیں۔اپنی تھکاوٹ اتارنے کا انتظام میں خود ہی کر لوں"
"گا۔

کہنے کے ساتھ ہی اگلے پل وہ اسے اپنی طرف کھینچ گیا تو وہ بھی سب بھولتی آنکھیں موند گئی۔

جب وہ مہربان ہوا تھا تو وہ انکار کیوں کرتی پھر۔

MEEM AINN WRITES

"شٹ!!!"

سامنے نظر آتا منظر دیکھ کر یہ الفاظ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلے تھے۔

وہ تیزی سے قدم اٹھاتا سامنے کھڑی لڑکی کی طرف بڑھا جو پیر پکڑے زور و شور سے رونے میں مصروف تھی۔ شاید اس کے پاؤں پر گہری چوٹ لگی تھی۔

وہ ایک پتلی سی کم عمر لڑکی لگ رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہونے کی وجہ سے وہ اس کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا۔ وہ کسی بھی بات پر دھیان دیے بغیر پاؤں کے

بل بیٹھتا اس کے سامنے جھک گیا۔ اگلے ہی پل اس لڑکی کا پاؤں اس کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے پیر کا معائینہ کرنے کے بعد اسے پتا چلا کہ اس کا پاؤں مڑ چکا ہے۔ اس نے ایک نظر دائیں ہاتھ میں پہنی گھڑی پر ڈالی تو اسے وقت کی قلت کا شدّت سے احساس ہوا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی کو تفصیل سمجھانے بیٹھتا۔ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے اس کا پاؤں موڑ گیا۔

وہ جو ہونق بنی اپنے سامنے جھکے مرد کو اپنے پیروں میں جھکا دیکھ رہی تھی پاؤں کو جھٹکا لگنے سے تکلیف کے مارے ایک دم چیخ پڑی پر سامنے بیٹھا مرد اپنے ہاتھ اس کے ہونٹوں پر جمائے اس کی چیخ وہیں دبا گیا.

اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے "ایگل" نے نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو پل بھر کو ٹھہر سا گیا۔آنکھوں میں بے یقینی تیرنے لگی. یہ آنکھیں !!!؟؟؟ بھلا وہ کیسے بھول سکتا تھا ان آنکھوں کو

وہ سنہری آنکھیں ہمیشہ کی طرف اسے اپنے سحر میں جکڑے اسے جیسے دنیا بھلا گئی تھیں۔پر اسے ایک چیز نے بے چین کیا تھا۔

ان سنہری آنکھوں میں چمکتے موتیوں نے۔اس کا دل بری طرح بے چین ہوا تھا۔اس نے بھلا کب ان سنہری نینوں کو جھیل میں ڈوبے دیکھا تھا۔

کالے دستانے میں مقید اس کا ہاتھ بے ساختہ ان سنہری آنکھوں کے موتی جزب کرنے کی خاطر اس کی طرف بڑھا تھا۔

وہ جو آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے بیٹھے عجیب و غریب بندے کو دیکھ رہی تھی جب اس نے اپنے چہرے پر اس کے بھاری ہاتھ کا لمس محسوس کیا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اگلے ہی پل غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایگل کے چہرے پر جا لگا۔

وہ جوان سنہری آنکھوں کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا پل بھر میں ہی اس کا سارا نشہ ہرن ہوا تھا۔ آنکھیں سنہری آنکھوں سے ہٹ کر جب مقابل کے چہرے پر پڑیں تو احساس ہوا اس کا تخیل پھر سے جھوٹا قرار پایا ہے۔ آنکھوں میں کانچ کی چبھن سی محسوس ہوئی تھی۔

مقابل کا تھپڑ اس کڑیل جوان کو پھول سا ہی محسوس ہوا تھا مگر اس کی حرکت پر تذلیل کا احساس ضرور جاگا تھا جس نے آنکھوں میں سرخی سی بھر دی تھی۔

"آپ کی ہمّت کیسے ہوئی مجھے یعنی نوال بخش کو ہاتھ لگانے کی؟؟"

اس نازک سی دکھنے والی لڑکی کی کڑک آواز اسے سنائی دی تو اگلے ہی پل وہ پھر سے اس کے منہ پر ہاتھ جما کر اس کی بولتی بند کر گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی جا رہی تھی جب کہ ایگل کا دھیان اس پر نہیں بلکہ باہر سے سنائی دیتی ھلکی سی قدموں کی چاپ پر تھا۔اگلے ہی پل وہ اسے اپنے ساتھ کھینچتا قریب پڑی بوسیدہ الماری کے پیچھے ہو گیا۔

ایک ہاتھ ہنوز نوال کے منہ پر جما ہوا تھا۔

قدموں کی چاپ بہت نزدیک آچکی تھی۔وہ اسے مزید قریب کرتا دیوار کے بلکل ساتھ لگ گیا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔بکواس کرتا ہے سالے۔تیری بکواس سن کر میں اپنی محبوبہ کی کال بند کر کے یہاں آگیا۔"

کسی آدمی کی بھاری سی آواز سنائی دی تھی۔

"باس میں نے خود یہاں کسی لڑکی کی آوازیں سنی تھیں۔"

ایک دوسری آواز ابھری تھی۔

بکواس بند کر سالے۔تجھے یہاں کسی لڑکی کا نام و نشان بھی دکھائی دے رہا"
ہے کیا؟ میں بھی پاگل ہوں جو تیری بونگی بات پر یقین کر کے یہاں آ گیا۔
دروازہ بند ہے تو یہاں لڑکی دیوار پھلانگ کر آئے گی کیا۔ چل نکل اب اور
خبردار جو دوبارہ مجھے تنگ کیا۔ نسوار ختم ہو گئی ہے میری۔ پاس کی دکان سے
"بھاگ کر پکڑ لا پیچھے والے کمرے میں جا رہا ہوں میں۔

"!!! ٹھیک ہے باس"

اس کے ساتھ ہی قدموں کی چاپ دور ہوتی چلی گئی۔

دو منٹ گزرنے کے بعد جب اسے اپنے چہرے پر گہری نظروں کی تپش
محسوس ہوئی تو اس نے سر جھکا کر نظروں کی سمت میں دیکھا جہاں وہ سنہری
آنکھوں والی بھرپور طریقے سے اسے گھور رہی تھی۔

ایگل کو ایک سیکنڈ کے دسویں حصے میں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ تیزی سے اس کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا البتہ کمر کے گرد موجود بازو ابھی بھی وہیں موجود تھا۔

"کیا مجھے خود کو آپ کی گرفت سے آزاد کروانے کے لئے ایک اور تھپڑ مارنا پڑے گا؟؟؟"

اس کے تیکھے سوال پر وہ ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوتا دو فٹ دور جا کھڑا ہوا۔

محترمہ میں شوق سے نہیں آپ کے پہلو سے لگ کر کھڑا تھا۔آپ کو تو میرا" شکر گزار ہونا چاہئے کہ میری وجہ سے آپ کی جان بچ گئی اور آپ الٹا مجھے ہی "کوس رہی ہیں۔ سہی کہتے ہیں کہ بھلائی کا کوئی زمانہ ہی نہیں یہ۔

سرد انداز میں کہتا وہ اس کی آنکھوں سے نظریں چرانے لگا۔

"آپ یہاں کیا کر رہی تھیں؟"

اس کے سوال پر نوال نے ایک دم کچھ یاد آنے پر سر پر ہاتھ مارا۔

"!!!!ہائے میری بلی"

چیخ نما آواز میں کہتی وہ باہر کی طرف بھاگنے لگی جب وہ اس کا بازو پکڑتا اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ گیا۔

اس کا سر زوردار انداز میں مقابل کی مضبوط چھاتی سے ٹکرایا تو اس کے منہ سے آہ نکل گئی۔

"!!! محترمہ کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی زخ کروانا چاہتی ہیں"

وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔ آج تک وہ اتنا ذلیل کبھی نہیں ہوا تھا جتنا آج اس پانچ فٹی لڑکی نے کر کے رکھ دیا تھا۔

"یہاں کیسے آئی آپ؟؟"

اس کے سوال کے جواب میں نوال نے اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور کیا اور اسے گھورتے ہوئے اپنے سر پر ہاتھ رکھ گئی۔

"!!!دیوار پھلانگ کر"

لاپرواہی سے کہتی وہ گلے میں پڑے دوپٹے کے ایک پلو کا گولہ بناتی منہ سے اس پر پھونک مار کر گرم کرتی سر پر رکھ گئی۔

ایگل ناسمجھی سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا جب اس کی بات پر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

یہ لڑکی تھی یا کوئی آفت۔

"یہ کیا کر رہی ہیں؟؟"

!!!اس کی حرکت پر وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔جانے کیوں

سینے پر پتھر فٹ کر رکھے ہیں کیا؟ سر پھوٹ گیا میرا اس لئے ٹکور کر رہی"
"ہوں۔

انداز میں لاپرواہی ہی لاپرواہی تھی۔

جانے کس احساس کے تحت ایگل کی آنکھیں چمک اٹھیں۔
وہ مضبوط مگر دھیمے قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا۔
نوال نا سمجھی سے اس ماسک والی بلا کو دیکھنے لگی جو اس کے قریب آتا جا رہا ہے تھا۔ وہ سوالیہ انداز میں ابرو اچکا گئی۔

وہ اس کے بلکل قریب پہنچ گیا یہاں تک کہ دونوں کی سانسیں آپس میں ٹکرانے لگیں پر ایگل کو حیرت کا جھٹکا لگا جب نوال ثابت قدم ہو کر اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

نہ ہی اس کے قدم لڑکھڑائے اور نہ ہی چہرے پر خوف کا کوئی تاثر ابھرا۔

"آپ کو ڈر نہیں لگ رہا؟؟"

وہ بھاری آواز میں پوچھتا ایک اور قدم اس کے قریب اٹھا گیا۔

"کس چیز سے؟؟"

وہ واقعی ناسمجھ تھی یا ناسمجھی کا ڈرامہ کر رہی تھی۔ایگل سمجھ نہ سکا۔

کہ آپ ایک بند اندھیرے کمرے میں ایک انجان مرد کے ساتھ قید ہیں۔"
میں تو مرد ہوں اور آپ نازک سی لڑکی۔یہ اندھیرا اور تنہائی!!!کچھ بھی کر
"!!!!سکتا ہوں آپ کے ساتھ۔کچھ بھی

سنسنی خیز انداز میں کہتا وہ آخر میں اس کے کان میں سرگوشی کرتا بولا تو اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

وہ جانتا تھا ابھی سامنے کھڑی لڑکی رونا دھونا شروع کر دے گی پر حیرت کا اصل جھٹکا تب لگا جب اپنے پیٹ کے نچلے حصّے پر ایک دم شدید درد اٹھا کیوں کہ سامنے کھڑی لڑکی اپنے گھٹنے سے ضرب لگاتی سکون سے سینے پر بازو باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"امید ہے آپ کو اپنا جواب مل چکا ہو گا پر پھر بھی بتا دیتی ہوں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ ایک قدم اٹھاتی اس کے نزدیک آئی۔

"میں لڑکی ضرور ہوں پر مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی مت کرنا۔"

اپنی سنہری آنکھیں اس کی گہری آنکھوں میں ڈال کر کہتی وہ مسکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی جب کہ ایگل محض سر ہلا گیا۔

وہ سمجھ چکا تھا سامنے کھڑی لڑکی کو۔

جانتا ہوں آپ کمزور نہیں پر فلحال آپ کو میری مدد کی ضرورت ہے۔"

"میرے پیچھے آئیں آپ کو باحفاظت یہاں سے باہر نکال دوں۔

اس پر گہری نظر ڈالتا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا اور ساتھ ہی نامحسوس انداز میں ہاتھ میں پکڑا کاغز کا ٹکرا جیب میں ڈال گیا جب کہ وہ بھی کندھے اچکاتی اس کے پیچھے چل دی۔

صبح کی فلائٹ سے وہ لوگ اٹلی پہنچ چکے تھے۔باسط درانی کے محل نما گھر میں پہنچنے کے بعد ایمان کچھ پل کے لئے گنگ ہو گئی تھی۔

اتنا عالیشان محل نما گھر اس نے آج سے پہلے کہاں دیکھا تھا بھلا۔

باسط اس کا سرد ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھامے اسے لیتا لمبی راہداری کی طرف بڑھنے لگا۔

راہداری کے دونوں اطراف میں ملازموں کی ایک لمبی فوج تھی جو اپنے مالک کے استقبال کے لئے کھڑی تھی۔وہ جہاں جہاں سے گزرتے جارہے تھے ملازمین اسے گڈ مارننگ وش کرتے جارہے تھے جن کا جواب وہ محض سر ہلا کر دے رہا تھا۔

اتنے سارے مردوں کی موجودگی میں ایمان اس محل کو نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی نظریں جھکاتی اس کے ساتھ کھنچی چلی جارہی تھی۔

بڑے سے دربان نما حال میں آنے کے بعد وہ اسے لئے سامنے موجود سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔اتنا چل چل کر ایمان کے پاؤں تھک چکے تھے مگر وہ بغیر ایک بھی لفظ ہونٹوں سے ادا کیے خاموشی سے اس کی پیروی کر رہی تھی۔

بالآخر وہ اس کے ساتھ ایک کمرے کے بڑے سے دروازے کے سامنے رک گیا۔ایمان کی جان میں جان آئی ہو جیسے۔

دروازہ دھکیل کر وہ اسے لیتا کمرے میں داخل ہوا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر گیا۔

"کچھ دیر یہاں بیٹھ کر ریسٹ کر لیں پھر فریش ہو جائے گا آپ میں تب تک فریش ہو آؤں پھر کام سے جانا ہے مجھے۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ اپنا لونگ کوٹ اتار کر ہینگ کرتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ایمان جو اس کی بات پر سر ہلا کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی تھی اس کے ہاتھ روم میں بند ہونے کے بعد ایک جھٹکے سے اٹھی اور پر جوش سی پورے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

اللہ جی یہ کتنے امیر ہیں۔اتنا بڑا اور خوب صورت کمرہ تو صرف خوابوں میں " "ہی دیکھا ہے آج تک میں نے۔

خود سے بڑبڑاتی وہ پر جوش سی گھوم پھر کر اس بڑے سے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئی۔

کمرے کے شروع ہوتے ہی چند نفیس صوفے اور شیشے کے میز سیٹ کر کے سٹینگ ایریا بنایا گیا تھا۔کمرے کے وسط میں سیاہ رنگ کا جہازی سائز گول بیڈ رکھا تھا جس کی نرمی کا احساس اسے دو سیکنڈ میں ہی ہو گیا تھا۔

ایک طرف دیوار گیر الماری بنی ہوئی تھی پوری دیوار جتنی جب کہ دوسری طرف ڈریسنگ ٹیبل رکھا ہوا تھا۔اس کے ساتھ ہی دو دروازے تھے۔ایک تو باتھ روم تھا جہاں ابھی باسط بند ہوا تھا جب کہ دوسرا نہ جانے کس چیز کا تھا۔

کمرے کی دیواریں کریم کلر کے پینٹ میں ڈھکی ہوئی تھیں جب کے باقی کمرے کی تھیم بھی یہی تھی۔کریم اور سیاہ رنگ کی!!!!

وہ اشتیاق سے ایک ایک چیز کا جائزہ لینے میں اس قدر گم تھی کہ کب باسط فریش ہو کر باتھ روم سے باہر آیا اسے اس بات کا علم ہی نہ ہو سکا۔

فریش ہو کر تھوڑا ریسٹ کر لیں پھر "اپنے "گھر کا مکمل جائزہ لے لیجئے"
"گا۔

وہ تولیے سے بال خشک کرتا ایک نظر اس کے تمتماتے چہرے پر ڈالتا ہوا بولا تو ایمان سر ہلاتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

گرم پانی سے نہا کر اسے بہت زیادہ سکون محسوس ہوا تھا۔ سفر کی ساری تھکاوٹ جیسے اتر سی گئی تھی۔ باتھ روم میں اسے ایک لیڈیز سوٹ بھی ہینگ ہوا مل گیا تھا۔

آسمانی رنگ کا کرتا پلازو اور ساتھ دوپٹہ بھی رکھا تھا۔ اگر یہ یہاں موجود تھا تو یقیناً اسی کے لئے تھا۔ وہ نہا دھو کر فریش ہو کر جس وقت باہر آئی بیڈ کی

پائینتی کے ساتھ پڑے صوفے پر باسط بیٹھا تھا جب کہ اس کے سامنے پڑے میز پر کافی کے دو بھاپ اڑاتے کپ رکھے تھے۔

ناشتہ وہ لوگ راستے میں ہی کر چکے تھے اس لئے موسم کی مناسبت سے باسط نے کافی منگوالی۔

ایمان چپ چاپ جا کر باسط کے پاس بیٹھی اور اپنا کافی کا کپ اٹھا گئی۔

باسط نے گردن موڑے اپنی نظریں اس پر ٹکا لیں۔اس کی پسند کے آسمانی جوڑے پر دوپٹہ کندھوں پر پھیلائے گیلے بال پشت پر بکھیرے سرخ ناک کے ساتھ بیٹھی اسے پاگل کر رہی تھی۔

میری پسند میں ڈھلی اس قدر حسین لگ رہی ہیں آپ کہ جوتوں سمیت"
"میرے دل میں گھستی چلی جا رہی ہیں۔

وہ اپنا ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلاتا نامحسوس انداز میں ایمان کو اپنے حصار میں لے گیا جب کہ اس کا دھیما لہجہ اور بہکے الفاظ ایمان کو پلکیں جھکانے پر مجبور کر گئے۔

اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔دونوں نے خاموشی سے اپنی اپنی کافی ختم کی۔ایمان کو سخت نیند آنے لگی تھی۔

باسط کی کال پر مصروف دیکھ کر وہ دھیرے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔اگلے ہی پل دوپٹہ اتار کر ایک سائیڈ پر رکھتی وہ سر تک کمبل تان

گئی۔نرم اور گرم بستر ملتے ہی رگ وپے میں جیسے سکون سا اتر گیا۔وہ آنکھیں بند کرتی میٹھی نیند میں جانے کی تیاری کرنے لگی.

وہ سکون سے لیٹی تھی۔ابھی نیند اس پر مہربان ہوئی ہی تھی جب اپنی کمر پر مضبوط بازو کی گرفت اور گردن کی پشت پر گرم سانسوں کی تپش نے اسے اچھلنے پر مجبور کر دیا پر مقابل وجود اسے اپنی طرف کھینچتا اسے ساکت کر گیا۔

"کیا ہوا کانپ کیوں رہی ہیں؟؟"

اس کے جسم کی کپکپاہٹ محسوس کرتا وہ سرگوشی نما آواز میں پوچھنے لگا تو ایمان کی سانس جیسے حلق میں اٹک سی گئی۔

"سردی لگ رہی ہے۔"

بامشکل ہی یہ چند الفاظ لبوں سے آزاد ہو پائے تھے۔

صرف چند لمحے دیں۔ابھی میرے وجود کی گرمی آپ کے بدن کی سردی" "کو دور کر دے گی۔

بوجھل لہجے میں کہتے وہ اپنا ہاتھ اس کی کمر سے ہٹاتا اس کے نازک بازو پر اوپر سے نیچے پھیرنے لگا جب کہ دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد جا چکا تھا۔

جسم پر اس کے ہاتھوں کا لمس اور گردن اور کان پر محسوس ہوتی اس کی سانسوں کی تپش۔۔۔۔ایمان کو لگا آج وہ پاگل ہو جائے گی۔

"اب۔۔۔اب سردی نہیں لگ رہی۔ گر۔۔۔ گرمی لگ رہی ہے۔"

وہ بوکھلا کر کہتی تھوڑا آگے کی طرف کھسکی تو اس کی بوکھلاہٹ پر باسط درانی کے لبوں کو بے ساختہ مسکراہٹ نے چھو لیا۔

"لیکن آپ کا جسم تو بلکل ٹھنڈہ پڑ رہا ہے۔"

اس کی بات اور ہاتھوں کی حرکت پر ایمان رونے والی ہو چکی تھی۔

"!!!! باسط پلیز"

وہ رونی آواز میں بولی تو باسط کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ وہ جانتا تھا اس کے ساتھ اپنا تعلق بنانے میں اسے تھوڑا وقت لگے گا سب قبول کرنے میں۔

ششش۔۔۔۔سو جائیں میری جان ورنہ میرے اندر کا شوہر جاگ گیا تو آپ "
"کا سونا ناممکن ہو جائے گا پھر۔

مسکراتے لہجے میں کہتا وہ اس کا رخ موڑ کر اس کا چہرہ اپنے سینے میں چھپا گیا۔

"سس۔۔۔سو رہی ہوں میں تو۔"

تیزی سے کہتی وہ دونوں آنکھیں سختی سے بند کرتی اس کے سینے میں ہی پناہ لئے پڑی رہی۔

اس کی حرکت پر وہ دھیرے سے بغیر آواز کے ہنس دیا۔

MEEM AINN WRITES

وہ ہاتھ میں کافی کا کپ پکڑے جم میں داخل ہوئی تو داؤد کو پش اپس کرتے ہوئے پایا۔ یہ جم گھر کی بیک سائیڈ پر بنوائی تھی داؤد نے۔

داؤد آدم اور طالب باقاعدگی سے جم آتے تھے جب کہ اشعر کی جان جاتی تھی۔ وہ داؤد آدم اور طالب کے مقابلے میں دبلا تھا کچھ جس پر ہمیشہ زونیہ اسے چھیڑتی رہتی تھی۔

داؤد اس کی موجودگی وہاں محسوس کرتا دھیرے سے مسکرا دیا۔

"آج صبح صبح میڈم نے مجھ ناچیز کو اپنا دیدار کیسے کروا دیا؟"

وہ پش اپس کرتا بول رہا تھا جب کہ زلیخہ بہت غور سے داؤد کے مسلز دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں ستائش واضح دکھ رہی تھی۔

اسے داؤد کمال کی پرفیکٹ باڈی بہت پسند تھی۔وہ ہر لحاظ سے ایک مضبوط مرد تھا۔

یہ چھوڑیں داؤد یہ بتائیں کہ آپ میں کتنی طاقت ہے؟؟"۔"

وہ اس کے قریب آتی پیروں کے بل اس کے سامنے بیٹھتی سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"آپ کو اب تک اندازہ نہیں ہوا کیا؟؟"

وہ گہری نظروں سے اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو جانے کیوں اس کے سوال کے انداز پر زلیخہ کا چہرہ تپ گیا۔وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی۔

"میری مطلب ہے کہ کیا آپ مجھے اپنی کمر پر بیٹھا کر اسی طرح پش اپس کر سکتے ہیں؟ میں نے ایک مووی میں دیکھا تھا یہ سین اور مجھے بہت رومانٹک لگا تھا۔میں نے سوچ لیا تھا کہ اپنے شوہر کے ساتھ یہ ایکسپیریینس ضرور کروں گی۔"

وہ کپ ایک طرف رکھتی خوشی خوشی داؤد کو اپنے نادر خیالات سے آگاہ کرنے لگی تو اس کے بچپنے پر وہ مسکراہٹ دبا گیا۔

"آجائیں پھر حیاتی آج اپنے شوہر کو آزمالیں۔"

وہ بازو سیدھے کرتا اسے اپنی کمر پر آنے کا اشارہ کرتا بولا تو وہ پر جوش ہوتی کپ دوبارہ ہاتھ میں تھام کر ڈرتے ہوئے بہت احتیاط سے اس کی کمر پر بیٹھ گئی تو داؤد نے پش اپس کرنے شروع کر دیے۔ وہ یہ کام بہت سکون سے کر رہا تھا جب کہ زلیخہ اس کی کمر پر بیٹھی سکوں سے کافی پی رہی تھی ساتھ ساتھ۔

زلیخہ کو خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی جس کا اظہار وہ اپنے الفاظ سے کر بیٹھی۔

"آپ تھکے نہیں کیا؟؟"۔

اس کے پوچھنے پر داؤد نے ھلکی سی گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں بھلا کیوں تھکوں گا؟"

وہ الٹا اسی سے سوال کرتا واپس پش اپس کرنے لگا۔

"میرے وزن کی وجہ سے۔ سارا وزن آپ کی کمر پر ڈال کر جو بیٹھی ہوں۔ اس وجہ سے تھک گئے ہوں گے نا آپ۔ اتنے زیادہ پوش اپس کر لئے آپ نے وہ بھی سکون سے۔"

اس کی بات پر داؤد اب کی بار کھل کر ہنس دیا۔

"حیاتی جان آپ کا وزن کسی پھول سے بھی کم ہے۔ مجھے تو محسوس بھی نہیں ہو رہا کہ میری کمر پر کوئی بیٹھا ہوا ہے۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اس کی کمر سے اترتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔داؤد نے حیرت سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر ایک دم ہی سنجیدگی چھا گئی تھی۔

"آپ کی زندگی میں میرا کیا مقام ہے داؤد؟؟؟"

اس کے سوال پر وہ اٹھتا خود بھی اس کے مقابل آ گیا۔صرف پینٹ پہنے شرٹ سے بے نیاز پسینے سے کچھ نم وجود کے ساتھ وہ اس کے انتہائی نزدیک کھڑا تھا۔

"آپ وہ واحد ہستی ہیں حیاتی جسے میری دھڑکنوں پر مکمل اختیار حاصل ہے"۔

اسے اپنے مضبوط حصار میں لیتا وہ بہت خوبصورتی سے اسے اس کا مقام بتا گیا تھا۔

زلیخہ بے ساختہ اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ جما کر پیروں کے بل اوپر اٹھی تو اس کا مقصد سمجھتے داؤد بھی اسی وقت اپنا سر اس کی طرف جھکا گیا جب اگلے ہی پل وہ اس کی کشادہ پیشانی پر اپنے نازک لب ثبت کر گئی۔

داؤد کمال گہرا سکون محسوس کرتا آنکھیں موند کر اس احساس کو محسوس کرنے لگا۔

اس سے پہلے کے وہ پیچھے ہٹتی داؤد اس کی گردن کی پشت نرمی سے اپنی گرفت میں لیتا مزید جھک کر اس کی نرم گرم سانسوں پر قابض ہوتا خود کو پوری طرح سے پر سکون کرنے لگا۔

دونوں کی دھڑکنیں آپس میں ملتے ایک بے ھنگم سا شور مچا رہی تھیں پر اس شور میں بھی سرور تھا۔

MEEM AINN WRITES

وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوا اسے سب وہیں بیٹھے دکھائی دیے سوائے اپنی ماں کے۔

وہ تھوڑا آگے بڑھا تو پتا چلا کہ زونیہ داؤد کے کندھے پر سر رکھے رونے میں مصروف ہے جب کہ باقی سب پریشان صورت لئے پاس بیٹھے ہیں۔

"زونی میری جان تھوڑا سا کچھ کھالو پھر میڈیسن بھی تو لینی ہے نا۔"

.یہ زلیخہ تھی جو اس کی دوسری طرف بیٹھی اسے پیار سے پچکار رہی تھی

طالب آنکھوں میں فکر مندی لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا جب کہ اشعر کی شکل دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی رو دے گا۔ آدم کو بلاوجہ ہی ہنسی آنے لگی۔

وہ جانتا تھا زونیہ اور اشعر کی دوستی کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔
وہ آفس سے آتے ہی سو گیا تھا اور آب رات کے نو بجے اٹھنے کے بعد اسے یہ نظارہ دیکھنے کو مل گیا تھا۔

وہ ہاتھ منہ کے آگے رکھ کے جمائی روکتا ان سب کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا؟؟؟"

وہ زونیہ کے بلکل سامنے رکتا اسے گہری نظر سے دیکھتا ہوا بولا تو اس کی آواز پر زونی نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر اس کے آنسوؤں میں مزید شدت آگئی۔

"اب بھی کیوں آئے ہیں۔ میں مر جاتی تو ایک مرتبہ ہی میرے جنازے پر آتے آپ!!!"

خفگی اور غصّے بھرے ملے جلے تاثرات سے کہتی وہ واپس داؤد کے کندھے میں سر چھپا گئی۔

معمولی رونا اب ہچکیوں میں بدل چکا تھا۔

ہر وقت فضول بکواس مت کرتی رہا کرو۔جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔کیا"
"ہوا ہے اور کیوں رو رہی ہو؟؟

وہ سخت لہجے میں بولا تو داؤد سمیت سب نے اسے بھرپور گھوری سے نوازا۔

"بھیا غصّہ تو مت کریں زونی پہلے ہی تکلیف میں ہے۔"

اشعر سے اس کا رونا دیکھا نہ گیا تو تڑپ کر بول اٹھا پر اگلے ہی پل اس کی آہ نکل گئی۔

آدم نے دھپ سے اس کی گردن پر کرارا تھپڑ مارا تو وہ بیچارہ کراہ کر رہ گیا۔

اس کی شکل دیکھتے سب نے بامشکل ہی اپنی ہنسی چھپائی۔

کیوں مارا میرے پارٹنر کو۔آئیندہ اس کو ہاتھ مت لگایئے گا۔آپ سے نہ"
"ہی میں برداشت ہوتی ہوں اور نہ ہی میرا کوئی حمایتی۔

وہ تڑخ کر بولی تو اشعر خوشی سے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا جب کہ آدم کی آنکھوں میں سرخی دوڑ گئی۔

وہ بہت غور سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا جسے محسوس کرتے آدم کمال نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"!!!آدم بھیا کے سوال کا جواب تو تم نے دیا ہی نہیں زونی ڈارلنگ"
طالب شرارت سے بولا تو جہاں آدم نے اسے گھورا وہیں زونیہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

باقی سب ریلیکس ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے کیوں کہ جانتے تھے کہ زونیہ اپنے فل فام میں آچکی ہے اب۔

کیا بتاؤں میں۔ مجھ معصوم جان کو بہت بڑا روگ لگ گیا ہے۔آدم کمال" صاحب مجھے اپنا دیدار نصیب نہیں کرواتے تو میری آنکھیں یہ سب برداشت نہ کرتے مجھ سے خفا ہو بیٹھی ہیں۔اس لئے سہی سے کچھ دکھائی ہی "نہیں دے رہا۔

اس کے ڈرامے پر جہاں آدم نے نفی میں سر ہلایا وہیں داؤد اور باقی سب کے لبوں پر دھیمی دھیمی مسکراہٹ تھی۔

"صاف کہو نا کہ ناولز پڑھ پڑھ کر اندھی ہونے والی ہو بس۔"

وہ بھی آدم کمال تھا۔ہارنا کہاں سیکھا تھا اس نے۔ سکون سے کہتا وہ طالب کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا.

زونیہ کا چہرہ اس کی موجودگی میں کھل سا گیا تھا۔ کون سی بیماری اور کہاں کی بیماری۔

"اس کی نظر بہت زیادہ کمزور ہو گئی ہے اب تو عینک کے بغیر کچھ نہیں نظر آتا" اسے۔ڈاکٹر نے پچھلی دفع بھی اس کا موبائل یوز کرنا سختی سے بند کیا تھا پر یہ "کہاں اثر کرتی ہے۔

طالب کی تفصیل پر زونیہ نے اسے گھورا۔

"!!!بھیا"

وہ داؤد کی طرف دیکھتی شکایتی لہجے میں بولی تو داؤد اسے اپنے ساتھ لگا کر طالب کو مصنوعی غصّے سے دیکھنے لگا۔

"خبردار اگر میری گڑیا کو کسی نے کچھ کہا تو۔"

اس کے سخت لہجے پر زونیہ خوش ہوتی طالب کو ناک چڑھا گئی۔

"یہ لو میری جان جلدی سے اسے ختم کرو کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔"

زلیخہ سوپ لا کر اس کے پاس بیٹھتی اسے پلانے لگی تو وہ منہ بسورتی منہ کھول گئی۔اسے رات سے رو رو کر بخار ہو گیا تھا جس کی وجہ سے مجبوراً اسے یہ گندہ سا سوپ پینا پڑ رہا تھا اب۔

MEEM AINN WRITES

وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو لاپرواہی سے اس کے آگے چل رہی تھی۔یہ سنسان سی گلی تھی۔

چلیں آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں!!!"۔"

وہ اس کا بے پرواہ حسن دیکھتا بے ساختہ ہی بول اٹھا تھا۔لڑکی ذات تھی اور تھی بھی بلا کی خوبصورت اوپر سے اس کا لاپرواہ انداز!!!ایگل کو اسے شام کے وقت اس سنسان گلی میں اکیلے چھوڑنا مناسب نہیں لگا۔

اس کی بات پر وہ ایک دم مڑی اور تیوری چڑھائے اس کی جانب دیکھنے لگی۔

ماسک اتارنے کی ہمت نہیں اور مجھے گھر تک چھوڑنے کی آفر کر رہے ہو۔"

"!!!واہ بھئی

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ایک ابرو اٹھا کر بولی تو ایگل نے کوفت سے سر جھٹکا۔

"!!!نہیں جانا تو مت جائیں آپ کی مرضی"

کندھے اچکا کر وہ بھاری قدم اٹھاتا اس سے دو قدم آگے نکل گیا جب وہ ایک دم پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی اسے روک گئی۔

ایگل نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو کہ اب کیا مسلہ ہے۔

اگر اتنا اسرار کر رہے ہیں تو چھوڑ ہی دیں ویسے بھی میرا پاؤں دکھ رہا ہے"

"بہت۔

وہ اس پر احسان کرنے والے انداز میں بولی تو اس کی سنہری آنکھیں پھر سے ایگل کو اپنی طرف کھینچنے لگ۔ وہ بہت مشکل سے ہی اپنا دھیان ہٹا پایا۔

"چلیں۔"

کہنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے قدم بڑھاتا گلی کے باہر کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"واہ بھئی گاڑی تو بڑی شاندار رکھی ہے۔"

اس کے ستائشی جملے کو وہ سرے سے نظر انداز کرتا اس سے اس کے گھر کا پتا پوچھنے لگا۔اس کے بتانے پر وہ وہ اسے گھور کر رہ گیا کیوں کہ اس کا گھر ساتھ والی گلی میں تھا۔

"جب گھر یہاں ہی تھا تو گاڑی میں کیوں بیٹھی۔گاڑی گلی میں تو نہیں جا سکتی"

"اب۔

سرد لہجے میں کہتا گاڑی سے باہر نکلا تو وہ بھی منہ بناتی دوسری طرف سے اتر آئی۔

بھئی میں نے زندگی میں اتنی شاندار گاڑی پہلی مرتبہ دیکھی ہے سوچا اندر" بیٹھ کر دیکھوں کہ کیسا محسوس ہوتا ہے مگر آپ ایسے ڈھیٹ ہیں کہ برداشت "نہیں ہوئی میری خوشی۔. فورا سے اتار دیا۔

وہ شاید کوے کھاتی تھی۔اس کی تیزی سے چلتی زبان کو دیکھ کر وہ محض یہی سوچ سکا۔

اسے جواب دے بغیر وہ ناک کی سیدھ میں چلتا جا رہا تھا۔

"بس بس آگیا میرا گھر۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید آگے بڑھتا وہ ایک دم اسے آواز دے کر روک گئی۔

وہ ایک دو منزلہ مکان تھا۔ گھر کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا تھا۔ بغیر ایک لفظ مزید بولے وہ گھر میں داخل ہو گئی جب کہ اس کی حرکت پر وہ صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

وہ واپسی کے لئے قدم اٹھانے لگا جب جیب میں پڑا اس کا فون تھر تھرانے لگا۔ وہ ایک سائیڈ پر ہوتا موبائل کان سے لگا گیا۔

اسے کال پر بات کرتے دس منٹ گزر گئے جب ایک دم قریب سے سنائی دیتے شور پر وہ چونک اٹھا۔

شور اسی گھر سے آ رہا تھا جہاں وہ آفت داخل ہوئی تھی۔ کال بند کرتا وہ اسی گھر کی طرف بڑھا۔

وہ ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا جب ایک بیگ اڑتا ہوا باہر آ کر اس کے قدموں میں گر گیا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سمجھتا ایک اور بیگ باہر پھینکا گیا تھا اور اگلے ہی لمحے ایک بھاری وجود والی عورت نوال کا بازو پکڑے اسے باہر کی طرف کھینچ رہی تھی۔

"آخری دفعہ بھی سمجھایا تھا اگر اس دفعہ کرایا لیٹ ہوا تو اپنا بندوبست کر لینا۔نکل جا یہاں سے اور خبردار اگر آج کے بعد یہاں کا رخ کیا۔"

وہ عورت غصّے سے بولتی اسے دھکا دینے لگی جب نوال اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑواتی دو قدم پیچھے ہوئی۔

"ہزار دفعہ کہا ہے کہ اپنے ہاتھ مت لگایا کرو مجھے۔جتنی گندی ہو پتا نہیں باتھ روم سے باہر آنے کے بعد دھوتی بھی ہو صابن سے یا نہیں۔"

نوال چہرے کے برے برے سٹائل بناتی بولی تو اس کی بات پر جہاں ایگل کی آنکھیں پھیلی وہیں اس عورت نے مزید تیش میں آتے اس کے منہ پر دروازہ بند کر دیا۔

ایگل اس عورت کی بات سنتے سمجھ چکا تھا کہ نوال نامی بلا یہاں کرائے پر رہتی ہے اور آج گھر سے نکالی جا چکی ہے۔

"ماں باپ کدھر ہیں آپ کے؟؟"

وہ ایک دم بولا تو نوال چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ابھی تک یہاں کیا کر رہے ہو؟؟ میری جاسوسی کر رہے ہو کیا؟؟"

وہ کمر پر ہاتھ رکھتی آنکھیں سکیڑ کر بولی تو اس کی خوش فہمی پر ایگل آنکھیں گھما کر رہ گیا۔

اتنی خوش فہمی بھی صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی خاص طور پر ان لوگوں" کے لئے جن کی صحت پہلے ہی تنکے جیسی ہو۔اب بتایں والدین کہاں ہیں آپ کے؟؟"۔

وہ اس کے نازک سراپے پر چوٹ کرتا آخر میں اپنا سوال دہرا گیا۔

"قبر میں ہیں۔کیوں تمہیں ان کے پاس میرا رشتہ مانگنے جانا ہے کیا؟؟"

وہ اب کی بار آپ سے سیدھا تم پر ہے آگئی تھی جب کہ اس کی فضول ترین بات پر ایگل کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔

"مرو یہیں۔ ہمدردی کے لائق نہیں ہو بلکل بھی۔"

سرد لہجے میں کہتا وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"ارے رکو تو مجھے تو ساتھ لیتے جاؤ۔ کیسے مرد ہو جو جوان جہان لڑکی کو شام کے وقت اس ویرانے میں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو۔"

اپنی بات مکمل کرنے کے ساتھ ہی وہ اس کی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتی سکوں سے اندر بیٹھ چکی تھی جب کہ ایگل اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"میرے بیگز اٹھالاؤ اور گاڑی میں رکھ دو۔ میری کل جمع پونجی یہی ہے بس۔"

شان سے حکم دیتی وہ دروازہ بند کر کے سکون سے بیٹھ گئی۔

"آپ کا نوکر نہیں ہوں اور اگر آپ کا دماغ اپنی جگہ پر ہو تو بتاتا چلوں کہ یہ میری گاڑی ہے آپ کی نہیں۔"

بہت ضبط سے بولا تھا وہ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگا دے۔

"دیکھو تمہارے سامنے وہ موٹی مجھے گھر سے نکال چکی ہے۔ اس وقت میں کہاں جاؤں گی۔ کسی ہوسٹل میں رہنے کے پیسے میرے پاس نہیں ہیں تو ایسا کرو کسی دارالامان میں چھوڑ دو مجھے۔"

وہ سکون سے بولی تھی۔ لہجے میں کسی قسم کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ایگل کو وہ لڑکی بہت خٹک رہی تھی۔ جانے کیا سوچ کر وہ سر ہلا گیا۔

اس کے بیگ لا کر گاڑی میں رکھے پھر خود بھی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

چند لمحوں میں ہی گاڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی پر کون جانے کہ قسمت اب کی بار اسے کہاں لے جانے والی تھی۔

MEEM AINN WRITES

ہاتھ جلا ہوا ہے بہت مشکل سے اتنا ہی لکھ سکی۔ دھماکا اگلی قسط میں ملے گا اور یقین کریں یہ دھماکا بہت بڑا ہونے والا ہے۔

لائک اور کمینٹ کرنے میں آپ کی کوئی محنت نہیں لگے گی۔

جاری ہے

Zubi Novels Zone

Zubi Novels Zone

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

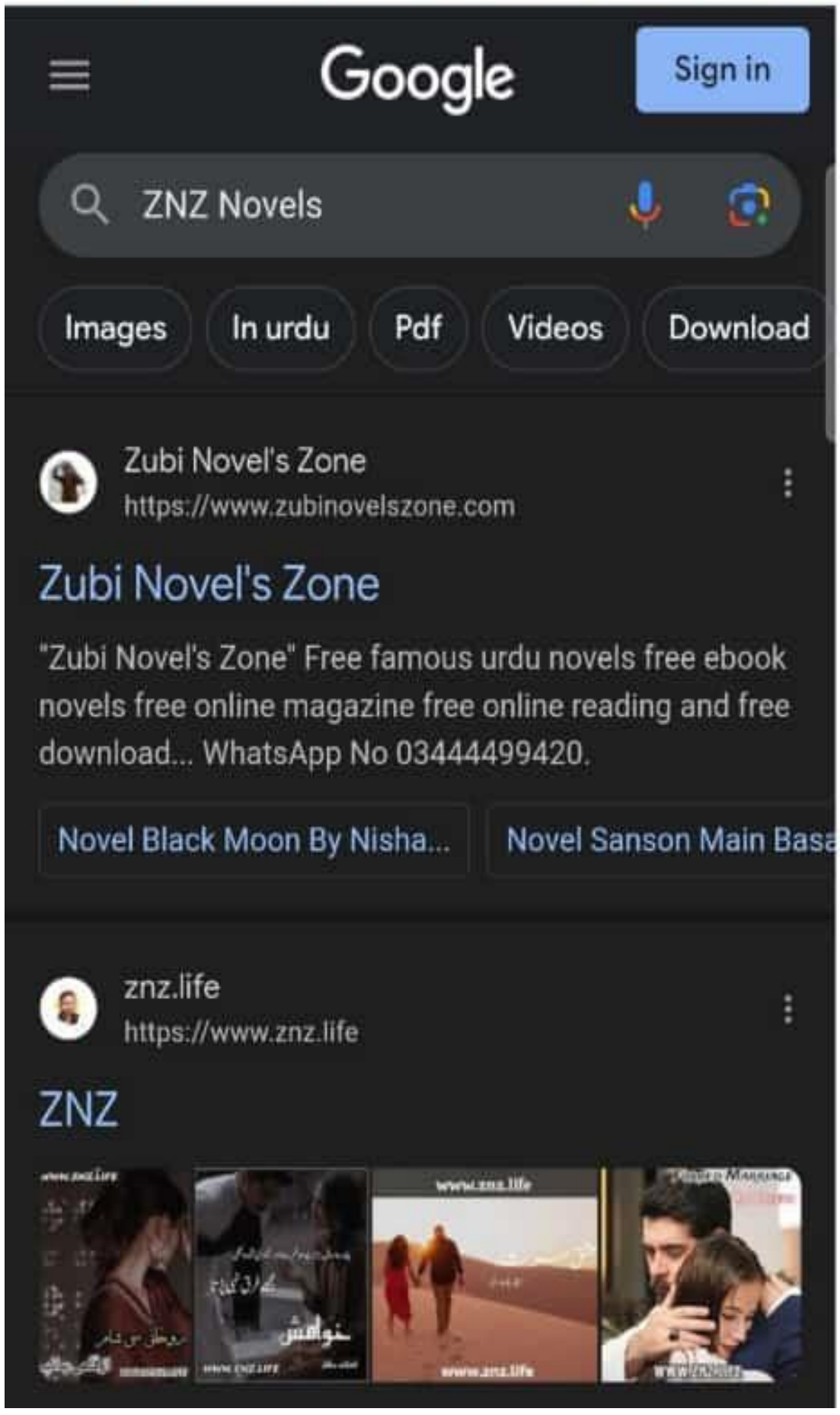

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے گے جسکی سکرین شاٹ آپ سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی ایک سائٹ وزٹ کریں اور اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں

مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now